علم کا ذوق، عمل کا شوق بڑھانے والا بچوں کا رسالہ
ماہ نامہ
ذوق و شوق
کراچی
رمضان المبارک / شوال المکرم
مارچ 2025
رمضان کریم
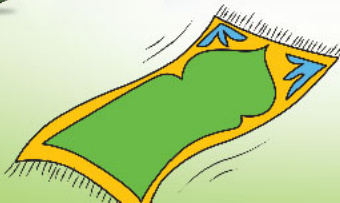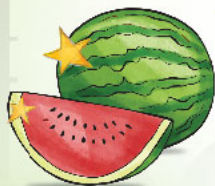
خوش خبری
ماہ نامہ ”ذوق وشوق“ جون 2025 میں عیدالاضحی کی خوشی
کے ساتھ ساتھ آپ کے لیے لا رہا ہے......
ایک اور بڑی خوشی......
ماہ نامہ ”ذوق وشوق“ کا
”سال نامہ“
جس میں آپ کو ملیں گی......
دل چسپ کہانیاں
دل افروز واقعات
دل پذیر لطیفے
دل کش کھیل
دل نشین نظمیں
تو پھر ہو جائیے تیار، اُٹھائیے قلم اور لکھ بھیجیے......
ایک چٹخارے دار سی تحریر!
یہ خاص موقع ہاتھ سے جانے نہ دیجیے اور ابھی سے اپنی کاپی بک کروائیں!
اور ہاں، اس ”سال نامے“ کی کام یابی کے لیے دعا کرنا نہ بھولیے گا۔
(ادارہ)
ادارے کا واٹس ایپ اور رابطہ نمبر: 0300-2229899
نگران ترسیل صاحب کا واٹس ایپ اور رابطہ نمبر: 0309-2228120
zouqshouq@hotmail.com
zouqshouq / ذوق شوق

عبد اللہ بن مسعود

(مفہوم آیت، از سورۂ بقرہ:110)

''(اور یاد رکھو کہ) جو بھلائی کا عمل بھی تم خود اپنے فائدے کے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ تعالیٰ کے پاس پاؤ گے۔ بے شک جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔''

عزیز ساتھیو! یہ ترجمہ آیت مبارکہ کے دو جملوں کا ہے اور یہ دونوں ہی نہایت پیارے اور تسلی آمیز جملے ہیں۔

پہلے جملے میں اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں کہ ہم نے ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ انسان کے تمام اعمال ہمارے پاس محفوظ ہو رہے ہیں۔ اس کے ہر ہر عمل کا اُسے بدلہ اور ثواب دیا جائے گا۔ گویا ہمارے لیے یہ ایک تسلی ہے کہ ہم اگر چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی کریں گے تو وہ بھی ہمارے اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہو جائے گی اور ہماری اس چھوٹی سی نیکی پر بھی ہمیں بدلہ دیا جائے گا۔

دوسرے جملے میں اللہ تعالیٰ یہ بتا رہے ہیں کہ تم جو کام کر رہے ہو، ہم اسے دیکھ رہے ہیں، لہٰذا دُنیا میں کوئی ہمارا کام دیکھے یا نہ دیکھے، کسی کے علم میں آئے یا نہ آئے، اللہ تعالیٰ کے علم میں آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُسے دیکھ لیا ہے۔ اُس کا بدلہ اللہ تعالیٰ ہمیں ضرور عطا فرمائیں گے۔

پھر کیا خیال ہے! آپ اچھے اچھے کام کر کے اپنے رب کے پاس اپنی نیکیوں کو محفوظ کرائیں گے نا!؟ تاکہ قیامت کے دن یہ نیکیاں ہمارے کام آسکیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی نیکیوں کو قبول فرمائے۔ آمین!

راشد علی نواب شاہی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ماہِ رمضان میں چار چیزوں پر خوب عمل کرو، (کیوں کہ) دو چیزوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے اور (بقیہ) دو چیزوں سے تم بے نیاز نہیں ہو سکتے، (انھیں کرنا ہی چاہیے)، رب کو راضی کرنے والی دو چیزیں یہ ہیں:

۱۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھتے رہنا۔ ۲۔ استغفار کرتے رہنا۔

اور دُوسری دو چیزیں جن سے تم بے نیاز نہیں ہو سکتے، یہ ہیں:

۱۔ جنت کا سوال۔ ۲۔ جہنم سے پناہ مانگنا۔

(صحیح ابن خزیمہ، 1780، عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ)

عزیز ساتھیو! الحمدللہ! جب یہ ذوق و شوق شائع ہوگا تو رمضان المبارک کا مبارک مہینا ہوگا۔

اس مبارک مہینے میں چار کام کرنے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم ارشاد فرمائی ہے۔ اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اور اَسْتَغْفِرُ اللہَ کہتے رہیں۔

اور دُوسرا کام اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہیں کہ اے اللہ! ہمیں جنت الفردوس نصیب اور جہنم سے خلاصی عطا فرما۔

پہلی دو باتوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے اور دُوسری دو باتیں ہر مسلمان کی ضرورت ہیں کہ وہ جہنم سے بچ جائے اور جنت میں داخل ہو جائے، یہی بڑی کام یابی ہے، لہٰذا درج ذیل دعا مانگنے کا اہتمام کریں:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ. اَسْتَغْفِرُ اللہَ . اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ۔

علم کا ذوق، عمل کا شوق بڑھانے والا بچوں کا رسالہ

ماہ نامہ

ذوق و شوق

کراچی

زیرِ سرپرستی:

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

رمضان المبارک / شوال المکرم ۱۴۴۶ ہجری | جلد: 20

شمارہ: 03

■ ناشر محمد عارف رشید

مجلس ادارت

■ مدیر اعزازی عبدالعزیز

■ معاون محمد طلحہ شاہین

■ معاون زبیر عبدالرشید

■ ڈیزائنر اسد اشفاق

■ کمپوزر سعد علی

■ نگران ترسیل انس احمد

اس رسالے کی تمام آمدنی تعلیم و تبلیغ اور اصلاح امت کے لیے وقف ہے۔

قیمت عام شمارہ 180 روپے

سالانہ خریداری بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک =/2500

بذریعہ عام ڈاک =/2250

خط و کتابت کا پتا

ماہ نامہ ذوق و شوق، پی۔او۔بکس: 17984

گلشن اقبال، کراچی۔ پوسٹ کوڈ: 75300

zouqshouq@hotmail.com

zouqshouq/ذوق شوق

اشتہارات اور سالانہ خریداری کے لیے رابطہ کریں

0300-2229899 - 0309-2228120

دفتری اوقات: صبح 8:00 تا 1:00 دوپہر 2:30 تا 6:00

جھلکیاں

پبلشر محمد عارف رشید نے بچوں کی تعلیمی و تربیتی ترقی و اصلاح کی خاطر ابن حسن پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر شائع کیا۔

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔

عزیز دوستو! آپ کو ہم نے ایک کام دیا تھا۔ ہمیں امید ہے کہ آپ نے یقیناً وہ کام کرلیا ہوگا۔ ایسا ہی ہے نا!؟ آج ہم آپ کو ایک اور کام کا مشورہ دینا چاہتے ہیں۔ کیا خیال ہے، آپ ہمارا مشورہ قبول کریں گے نا!؟

ہمارا دِل چاہتا ہے کہ آپ سب اپنی اپنی ایک خوب صورت سی ڈائری بنایئے، جس کا نام ہو: ''قرآن ڈائری''۔

آپ کی یہ ڈائری صرف قرآنی معلومات کے لیے مخصوص ہو۔ آپ نے کوئی تحریر یا مضمون پڑھا، کوئی بیان وغیرہ سنا، اسکول یا مدرسے میں استادِ محترم سے کوئی بات سنی، جس کا قرآنِ مجید کے ساتھ تعلق تھا تو آپ اُس بات کو اپنی اس ڈائری میں نوٹ کرلیں۔ یوں بھی آپ کرسکتے ہیں کہ جب بھی آپ قرآن مجید سے متعلق کوئی مستند تحریر پڑھیں تو آپ اسے کاٹ کر اپنی اس ڈائری میں چسپاں کرلیں۔

اِسی طرح جب آپ تلاوت کررہے ہوں، کوئی لفظ آپ کو بہت اچھا لگا، کسی آیتِ مبارکہ کا ترجمہ آپ نے آسان ترجمۂ قرآن میں دیکھا، یہ بھی آپ اپنی ''قرآن ڈائری'' میں لکھتے جایئے۔

اِس سے ہوگا یہ کہ آپ کی پڑھی ہوئی باتیں آپ کے پاس محفوظ ہوتی چلی جائیں گی، ایک ہی جگہ ڈھیر ساری قرآنی معلومات! آپ جب چاہیں گے اپنی اِس ڈائری کو کھول کر دیکھ سکیں گے، اپنے دوستوں اور بہن بھائیوں کو بھی یہ قیمتی باتیں بتاسکیں گے۔

اور ہاں، سب سے بڑھ کر فائدہ آپ کو یہ ہوگا کہ آپ کا قرآنِ حکیم کے ساتھ ایک تعلق قائم ہوجائے گا، قرآنِ کریم کے ساتھ محبت بڑھتی جائے گی اور پھر ان شاءاللہ! ایسا ہوجائے گا کہ قرآن کریم کے بغیر آپ کا دِل ہی نہیں لگے گا، قرآن مجید سے آپ لطف اندوز ہوں گے۔ پھر کیا خیال ہے، بنا رہے ہیں نا آپ ڈائری!؟

چلیے، اب آپ ڈائری یا نوٹ بک خریدیے، اُس پر اچھا سا کور چڑھایئے۔ ہم رخصت چاہتے ہیں۔

وحدہٗ لاشریک

تو خدا ہے خدا ، وحدہ لاشریک
علم تیری عطا ، وحدہ لاشریک

راستہ دین کا تیرے آسان ہے
یہ نبی نے کہا ، وحدہ لاشریک

فرش سے عرش تک بس تری ذات ہے
میں ہوں بندہ ترا ، وحدہ لاشریک

صنعتوں کا کرشمہ یہ دنیا تری
واقعی تو خدا ، وحدہ لاشریک

رحمتیں ، نعمتیں ، برکتیں ، عزتیں
ایسی کس کی عطا ، وحدہ لاشریک

عدل و انصاف ساری رعایا پہ ہے
ظالموں کو سزا ، وحدہ لاشریک

مجھ کو رنج و الم ، ہم و غم جب ملے
درد کا آسرا ، وحدہ لاشریک

راز سب کا چھپاتا ہے ، ستار ہے
صبر ایسا ترا ، وحدہ لاشریک

نور میں ، فجر میں ، لیل میں ، شمس میں
عصر میں تذکرہ ، وحدہ لاشریک

تو خدا ہے مرا ، میں حقیر و فقیر
تو گُجا من گُجا ، وحدہ لاشریک

''ویل'' کی ہوگا وادی میں داخل وہی
شرک جس نے کیا ، وحدہ لاشریک

یا الٰہی ! یہ ساجدؔ کہے تجھ سے کیا
حال تو جانتا ، وحدہ لاشریک

ساجد جلال پوری۔انڈیا

ہمارے احمد
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہے چاند تارے ہمارے احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
بہت ہی پیارے ہمارے احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

مہک اٹھی تھی زمین ساری
کہ جب اتارے ہمارے احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

یہ مال و دولت ، یہ شان و شوکت
تمھی پہ وارے ہمارے احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وہ دستِ قدرت کا اک کرشمہ
کہ کیا سنوارے ہمارے احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حسین دنیا میں اور ہیں پر
حُسن کے پارے ہمارے احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ہر ایک مومن فدا ہے ان پر
بہت دلارے ہمارے احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

خدا نے احساں کہا ہے کن کو؟
وہی تمھارے ہمارے احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وہ رحمتِ کل جہاں ایسے
سبھی پکارے ہمارے احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

عزیزؔ! محشر میں وہ ملیں گے
نہر کنارے ہمارے احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

عزیر کیسری۔ کراچی

سیرت کہانی ۶۸

عبدالعزیز

تیار ہو جائیں:

قریش کے لوگ جب جنگ احد سے واپس ہوئے اور مدینے سے نکل کر روحاء نامی جگہ میں ٹھہرے تو اُنھیں خیال آیا کہ ہم نے محمد (ﷺ) کے بہت سے ساتھیوں کو قتل کیا اور اُن میں سے بہت سے زخمی ہوئے تو کیوں نہ ہم پلٹ کر ایک بار پھر مدینے پر حملہ کریں، اس حالت میں مسلمان ہمارے حملے کو برداشت نہ سکیں گے۔

قریش کے سرداروں میں سے صفوان بن امیہ نے کہا:

''بہتر ہے کہ مکہ واپس چل دو، محمد (ﷺ) کے ساتھی جوش میں بھرے ہوئے ہیں، ممکن ہے کہ اس دوسرے حملے میں تمھیں کامیابی نہ ہو۔''

15 شوال کی شام کو قریش کا قافلہ روحاء نام کی جگہ پہنچا تھا۔ رات کو اُن کی یہ گفتگو ہوئی اور ابھی رات پوری گزرنے بھی نہ پائی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے مخبر نے صبح صادق کے وقت آپ ﷺ کو اُن کے ارادے کی اطلاع دے دی۔

رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھیج کر پورے مدینے میں یہ اعلان کروادِیا کہ قریش کے لشکر سے مقابلے کے لیے دوبارہ نکلنا ہے، تیار ہو جائیں اور صرف وہی لوگ دوبارہ چلیں جو جنگ احد میں شریک تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے حاضر ہو کر عرض کیا:

''یارسول اللہ! میرے والد جنگ احد میں شہید ہوئے، بہنوں کی خیر خبر رکھنے کی وجہ سے میں احد کی جنگ میں شریک نہ ہو سکا، اب میں ساتھ چلنا چاہتا ہوں۔''

آپ ﷺ نے انھیں اجازت دے دی۔

اس تیاری سے آپ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ دشمن یہ نہ سمجھ لے کہ مسلمان کم زور ہو چکے ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اگرچہ زخمی تھے، تھکے ہوئے تھے، انھوں نے ایک رات بھی آرام نہ کیا تھا۔ اس کے باوجود آپ ﷺ کی ایک آواز پر پھر دوبارہ نکل کھڑے ہوئے۔

16 شوال کو مدینے سے چل کر آپ ﷺ ''حمراء الاسد'' نامی جگہ پر رُکے۔

یہ جگہ مدینہ منورہ سے تقریباً آٹھ، دس میل کے فاصلے پر ہے۔ آپ ﷺ حمراء الاسد میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ خزاعہ قبیلے کا سردار معبد خزاعی، احد کی شکست کی خبر سُن کر آپ ﷺ کی خدمت میں افسوس کرنے آیا اور اُحد میں آپ ﷺ کے شہید ہونے والے ساتھیوں کی تعزیت کی، پھر وہاں سے جا کر ابوسفیان سے ملا۔

ابوسفیان نے اپنے ارادے کا اظہار کیا کہ ہم دوبارہ مدینے پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔

معبد نے کہا:

''محمد تو خود بہت بڑے لشکر کے ساتھ تمھارے مقابلے کے لیے نکلے ہیں۔''

ابوسفیان یہ سنتے ہی مکہ واپس ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ تین دن حمراء الاسد میں قیام فرما کر جمعہ کے روز مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ اسی کے بارے میں سورۂ

آل عمران کی آیت: 172 نازل ہوئی، جس کا مفہوم یہ ہے:

’’جن لوگوں نے اللہ اور اُس کے رسول کی بات کو مانا اِس کے باوجود کہ انھیں زخم پہنچ چکا تھا، ایسے نیک اور متقی لوگوں کے لیے اجرِ عظیم ہے۔‘‘

(فتح الباری، ج:7، ص:387)

سن 3 ہجری:

اسی سال، یعنی سن 3 ہجری شعبان کے مہینے میں آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

(طبری، ج:3، ص:29)

حضور ﷺ کے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی اسی سال رمضان المبارک میں پیدا ہوئے۔

(طبری، ج:3، ص:29)

اسی سال شوال کے مہینے میں شراب حرام ہوئی۔

(زرقانی، ج:2، ص:61)

بھاگ گئے:

یکم محرم الحرام سن 4 ہجری کو آپ ﷺ کو یہ خبر ملی کہ خویلد کے بیٹے طلیحہ اور سلمہ، رسول اللہ ﷺ کے مقابلے کے لیے اپنے لوگوں کو جمع کر رہے ہیں تو آپ ﷺ نے ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ کو ڈیڑھ سو مہاجرین اور انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ ان کے مقابلے کے لیے روانہ فرمایا۔ وہ لوگ مسلمانوں کے لشکر کی خبر پاتے ہی بھاگ گئے۔ بہت سے اونٹ اور بکریاں مسلمانوں کے لشکر کے ہاتھ آئیں، جنھیں لے کر وہ مدینہ واپس آ گئے، مدینہ منورہ پہنچ کر یہ مالِ غنیمت تقسیم ہوا۔ اس کا پانچواں حصہ نکالنے کے بعد ہر شخص کے حصے میں سات، سات اونٹ اور بکریاں آئیں۔

(البدایہ والنہایہ، ج:4، ص:61)

جالا تان دیا:

پانچ محرم الحرام کو آپ ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ خالد بن سفیان ہذلی، آپ ﷺ سے جنگ کرنے کے لیے لشکر جمع کر رہا ہے۔

آپ ﷺ نے عبداللہ بن انیس انصاری رضی اللہ عنہ کو اُس سے نمٹانے کے لیے روانہ فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ، خالد بن سفیان ہذلی سے جا کر ملے اور موقع پا کر اُس کا کام تمام کر دیا اور اُس کا سَر لے کر غار میں چھپ گئے، مکڑی نے آ کر جالا تان دیا۔ بعد میں جو لوگ تلاش میں گئے وہ مکڑی کا جالا دیکھ کر واپس ہو گئے۔ اس کے بعد عبداللہ بن انیس انصاری رضی اللہ عنہ اس غار سے نکلے، رات کو چلتے اور دِن کو چھپ جاتے، اس طرح 23 محرم الحرام کو مدینہ پہنچے اور خالد کا سَر، آپ ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ ﷺ بہت خوش ہوئے اور ایک لاٹھی انعام میں دی اور اِرشاد فرمایا:

’’اس لاٹھی کو پکڑ کر جنت میں چلنا، جنت میں لاٹھی لے کر چلنے والا کوئی شاذ و نادر ہی ہوگا۔‘‘ مزید فرمایا:

’’قیامت کے دن یہ میرے اور تمھارے درمیان ایک نشانی ہے۔‘‘

حضرت عبداللہ بن انیس انصاری رضی اللہ عنہ نے ساری زندگی اس لاٹھی کی حفاظت کی۔ مرتے وقت یہ وصیت کی کہ اس لاٹھی کو میرے کفن میں رکھ دینا۔ چناں چہ ایسا ہی کیا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ، ج:2، ص:35)

اس قسط سے ہم نے کیا سیکھا؟

اس قسط میں غزوہ حمراء الاسد، سن 3 ہجری کے چند اہم واقعات، سریۂ ابی سلمہ عبداللہ ابن عبدالاسد رضی اللہ عنہ اور سریۂ عبداللہ ابن انیس انصاری رضی اللہ عنہ کے معرکے کے کا ذِکر ہے۔

اس سے درج ذیل 10 سبق حاصل ہوئے:

۱ خیر کے ایک کام کے بعد فوراً خیر کے دوسرے کام میں جُت جانا چاہیے۔

۲ دشمن کی ہر حرکت پر نظر رہنی چاہیے۔

۳ کافروں کے سامنے مسلمانوں کی کمزوری نہیں آنی چاہیے۔

۴ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات پر مر مٹنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

۵ اللہ تعالیٰ کے ہاں اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں کے لیے اور تقویٰ اور پرہیزگاری والوں کے لیے اجرِ عظیم ہے۔

۶ مسلمانوں پر شراب حرام ہے۔

۷ کفار کا جو مال جنگ کے دوران میں مسلمانوں کے ہاتھ لگے، وہ مسلمانوں کے لیے حلال ہے۔

۸ جس طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مدینے کی طرف ہجرت کے موقع پر غارِ ثور کے دہانے پر مکڑی نے جالا تان دیا تھا، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی عبداللہ بن انیس انصاری رضی اللہ عنہ کے لیے بھی مکڑی نے غار کے منہ پر جالا تان دیا تھا۔

۹ اگر والدین، اساتذہ، بڑے اپنی اولاد، شاگردوں اور چھوٹوں سے خوش ہو کر اُنھیں کوئی تحفہ دیں تو اُسے استعمال بھی کیا جاسکتا ہے اور محفوظ بھی رکھا جاسکتا ہے۔

۱۰ چھوٹوں سے خوشی ملے تو اُنھیں تحفہ دینا چاہیے۔

......(جاری ہے)......

مختلف جگہوں سے ماہ نامہ ذوق وشوق رسالے حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

نمبر شمار	نام	علاقہ	فون نمبر
1	مکتبہ حسنین	بالمقابل اسلامی کالج	0321-8566511
2	مکتبہ زید بن ثابت	گلشن اقبال بلاک 9	0309-2228086
3	مکتبہ بیت العلم	مین اردو بازار	0300-2063900
4	ناظم آباد دکان	البدر اسکول، ناظم آباد نمبر 4	0332-2320370
5	مکتبہ باب الاسلام	سندھ بلوچ سوسائٹی بلاک 12	0343-2245483
6	کتب خانہ مظہری	خانقہ جامعہ اشرف المدارس	0314-2248756
7	زوہیب اخبار اسٹال	مین حسن اسکوائر	0333-9224698
8	پرائم بک اسٹال	نارتھ ناظم آباد بلاک G	0310-4553089
9	طارق بک ٹاؤن	نارتھ ناظم آباد بلاک G	0321-36649425
10	مکتبہ حمادیہ	شاہ فیصل کالونی نمبر 2	0321-34571263
11	مکتبہ فاروقیہ	شاہ فیصل کالونی نمبر 4	0213-4571132
12	مکتبہ عمر فاروق	شاہ فیصل کالونی نمبر 4	0334-3432345
13	مکتبہ دار السلام	ڈیفنس فیز 2	0321-35892960
14	فضل ربی بک شاپ	دہلی کالونی	0330-2628100
15	عالم بک شاپ	دہلی کالونی	0310-2628091
16	تسلیم اخبار اسٹال	رنچھوڑ لائن	0308-2140193
17	مکتبہ معلمہ	بنوری ٹاؤن مسجد کے پاس	0321-34858530
18	مکتبہ اسلامیہ	بنوری ٹاؤن مسجد کے پاس	0333-2119714
19	ذوالفقار اخبار اسٹال	نیا گولی مار	0300-2379024
20	شریف اخبار اسٹال	دھوراجی	0313-2295337
21	اکیڈمی بک	طاہر ولا	0334-3912769
22	ورائٹی بک شاپ	ناظم آباد / حادی مارکیٹ	0321-3833416
23	مرحبا بک شاپ	واٹر پمپ	0303-2803544
24	سعید بک شاپ	واٹر پمپ	0213-6311400
25	ابرار نیوز پیپرز	نیپا چورنگی	0346-3273748
26	سلطانی نیوز پیپرز	مین موسمیات	0332-2237351
27	شاہ نور نیوز ایجنسی	طارق روڈ	0314-2393945
28	فرحان نیوز ایجنسی	جوہر چورنگی	0334-3913755
29	جمشید نیوز پیپرز	گلشن اقبال بلاک 11	0303-2810385
30	مکتبہ بیت العلم، لاہور	اردو بازار، لاہور	0306-0142297

اچانک فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اسکرین پر علی کے اسکول کا نمبر آ رہا تھا۔ ملک طفیل صاحب دکان جانے کے لیے نکلنے ہی والے تھے کہ فون کی گھنٹی سُن کر یک دم ٹھہر گئے۔

......☆......

قریباً ایک ہفتے سے علی اور احمد اپنے اسکول میں ہونے والے سالانہ کھیلوں کے مقابلے کی تیاریوں کے مصروف تھے۔ بڑا بھائی علی، جو چھٹی جماعت میں تھا اسے باسکٹ بال اور فٹ بال کا بے حد شوق تھا، جب کہ چھوٹا احمد ٹینس کا شیدائی تھا۔ اسکول سے آتے ہی دونوں فٹافٹ کپڑے تبدیل کر کے گھر کے باغیچے میں پہنچ جاتے اور اپنی اپنی جماعت کے چند ساتھیوں کو گھر بلا کر کھیل کی مشق میں مگن ہو جاتے۔

''امی! کل اسکول میں ہم سب ساتھ مل کر دعوت کریں گے۔''

مقابلے سے ایک دن پہلے علی نے گھر میں داخل ہوتے ہی شور مچاتے ہوئے کہا۔

''اور امی! میں بھی دعوت میں شرکت کروں گا اور میرے ذمے ''کیک'' لے کر جانا ہے، کیوں کہ آپ کیک بہت اچھا بناتی ہیں، اس لیے میرے دوستوں نے کہا ہے کہ میں اس دفعہ بھی کیک ہی لے کر آؤں۔''

احمد نے بات بڑھاتے ہوئے کہا۔

''مگر کل تو آپ لوگوں کو کچھ کھانے پینے کا وقت ہی نہیں ملے گا!''

آمنہ بیگم نے حیرت سے کہا۔

''نہیں امی! ہمیں آدھے مقابلوں کے بعد تقریباً آدھے گھنٹے کا وقفہ ملے گا اور اُس میں ہم سب مل کر دعوت کریں گے۔''

علی نے وضاحت دی۔

''پڑھائی تو ویسے بھی نہیں ہوگی، کھائیں گے، پییں گے اور مزے کریں گے۔''

احمد نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

اگلے دن دونوں بھائی جوش و خروش کے ساتھ اسکول پہنچے، اپنی

بہترین عنوان تجویز کرنے پر 1000، دوسرا بہترین عنوان تجویز کرنے پر 750، تیسرا بہترین عنوان تجویز کرنے پر 500 روپے انعام دیا جائے گا۔ ''بلاعنوان'' کے کوپن پر عنوان تحریر کر کے ارسال کریں۔
عنوان بھیجنے کی آخری تاریخ 31 مارچ 2025 ہے۔
نوٹ: کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا جس پر اعتراض قابل قبول نہ ہوگا۔

اپنی کھانے کی چیزوں کو باورچی خانے میں رکھا اور فوراً اِسکول کے میدان میں پہنچ گئے، جہاں کھیلوں کے مقابلے کے لیے میدان کو بہترین انداز سے سجایا گیا تھا، مختلف مقابلوں کے لیے میدان میں جگہ جگہ نشانات لگائے گئے تھے، جو میدان کی خوش نمائی میں اضافہ کر رہے تھے، چاروں طرف تماشائیوں کے بیٹھنے کے لیے کرسیاں لگائی گئی تھیں۔ کرسیوں کے پیچھے میدان کا کچھ حصہ خالی تھا، جہاں مختلف بچے اپنے اپنے مقابلوں کی مشق کر رہے تھے۔

ٹھیک ساڑھے آٹھ بجتے ہی گھنٹی بجادی گئی اور تمام طلبہ کو اُن کے اساتذہ جماعت وار ترتیب سے نشستوں پر بٹھانے لگے۔ تلاوت قرآن اور نعت کے بعد مقابلوں کا آغاز ہوا۔ شرکا کے جذبات کو گرمانے کے لیے اسپیکر پر نظمیں وغیرہ چلادی گئیں، ساتھ ساتھ کچھ تجزیہ نگاروں کے تبصرے بھی چلتے رہے، جن سے تماشائی خوب محظوظ ہونے لگے اور کھلاڑیوں کو خوب زور وشور سے داد دینے لگے۔

پہلے مرحلے میں مختلف دوڑوں کے مقابلے ہوئے اور باسکٹ بال کا مقابلہ ہوا، جس میں علی کی ٹیم نے بھی جیت حاصل کی۔ اس کے بعد وقفہ ہوا۔ وقفے میں تمام طلبہ اپنے اپنے گھروں سے لائی ہوئی چیزوں کو لے کر دسترخوان پر جمع ہوئے، ہاتھ دھوئے اور دُعا پڑھ کر کھانے پینے میں مشغول ہوگئے۔

علی اپنے دوستوں کی دعوت میں شریک ہونے کے لیے اس قدر پُرجوش تھا کہ اسے ہاتھ دھونے اور دُعا پڑھنے کا بھی خیال نہ رہا، وہ بھاگتا دوڑتا اپنا کھانا اٹھا کر لایا اور کھانے پر ٹوٹ پڑا۔

آدھے گھنٹے کے وقفے کے بعد دُوبارہ گھنٹی بجی اور تمام طلبہ میدان میں جمع ہونے لگے۔ اب دوسرا مرحلہ شروع ہو رہا تھا اور اُس میں سب سے پہلے فٹ بال کا مقابلہ تھا۔ علی کی ٹیم پُرجوش انداز سے میدان میں اتری، لیکن علی کو اپنے پیٹ میں ہلکا سا دَرد محسوس ہوا۔ وہ اپنے درد کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے اپنی ٹیم کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ ان کی ٹیم کا مقابلہ جماعت ششم، فریق ب کی ٹیم کے ساتھ تھا۔ ریفری نے سیٹی بجائی اور مقابلہ شروع ہوگیا۔

ابھی آدھا کھیل ہی ہوا تھا کہ اچانک علی بل کھا کر زمین پر گر گیا۔ کپتان نے کھیل روکنے کا اشارہ دیا اور سب کھلاڑی علی کے اردگرد جمع ہونے لگے۔ وہ میدان میں پڑا درد سے کراہ رہا تھا۔ اسے اٹھا کر کمرے میں لایا گیا اور پانی پلایا گیا، لیکن درد کم ہونے کے بجائے بدستور بڑھتا ہی گیا اور اُس کی حالت مزید بگڑ گئی۔ اسکول والوں نے فوراً اس کے ابو کو اِطلاع دینے کے لیے ان کے نمبر پر فون ملایا۔

......☆......

فون کی گھنٹی سن کر ملک طفیل صاحب تھوڑا سا پریشان ہوئے۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو علی اور اَحمد کو وہ اسکول پہنچا کر آئے تھے اور آج انھیں کھیلوں کے مقابلے میں شرکت بھی کرنی تھی۔ یہ سوچتے ہوئے انھوں نے فون اٹھایا۔

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام! الشمس پبلک اسکول سے بات کر رہا ہوں۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''جی فرمایئے! میں احمد اور علی کا وَالد بات کر رہا ہوں۔'' ملک صاحب نے جلدی سے کہا۔

''آپ کے بیٹے علی کی اچانک طبیعت خراب ہوگئی ہے، آپ آکر اُسے ہسپتال لے جایئے۔''

''لل...... لیکن اسے ہوا کیا ہے، صبح تو بالکل ٹھیک تھا؟'' ملک صاحب نے بوکھلاتے ہوئے کہا۔

''پیٹ میں درد ہوا ہے، زیادہ پریشانی کی بات نہیں ہے۔''

''اچھا ٹھیک ہے، میں ابھی پہنچتا ہوں۔'' یہ کہہ کر ملک صاحب نے فون رکھ دیا اور فوراً گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی سفر کی دعا پڑھی اور اِسکول کی طرف گاڑی بڑھادی۔ اسکول پہنچے تو علی درد کی شدت سے رو رہا تھا۔ ملک صاحب نے اسے فوراً گاڑی میں بٹھایا اور اپنے دوست حکیم صادق صاحب کے پاس لے گئے۔

حکیم صادق صاحب ایک نیک دل انسان اور ملک صاحب کے پرانے دوست تھے۔ وہ اپنے مطب پر بیٹھے صبح کے وقت آنے

والے مریضوں سے فارغ ہوکر اخبار کا مطالعہ کر رہے تھے۔ علیک سلیک کے بعد حکیم صاحب علی کا معاینہ کرنے لگے اور ساتھ ساتھ اپنے دوست ملک صاحب سے حال احوال بھی پوچھتے رہے۔

''بیٹا! آپ نے پیٹ میں درد ہونے سے پہلے آخری دفعہ کیا کھایا تھا؟'' حکیم صاحب نے پوچھا۔

''جی آج ان کے اسکول میں دعوت تھی تو انھوں نے وہیں ناشتا کیا۔'' ملک صاحب جھٹ سے بولے۔

''بیٹا! کیا کھایا تھا دعوت میں؟'' حکیم صاحب نے وضاحت چاہی۔

''ڈبل روٹی...... کیک...... شہد اور ملائی...... انڈا'' علی آہستہ آہستہ تمام چیزیں گنوانے لگا۔

''پھر تو آپ کا پیٹ خراب نہیں ہونا چاہیے تھا، آپ نے تو کوئی ایسی غیر مفید چیز نہیں کھائی!'' حکیم صاحب نے حیرت سے کہا۔

''صبح اسکول جاتے ہوئے تو ٹھیک ٹھاک تھا، یہی کوئی دو سے تین گھنٹوں میں یہ درد اُٹھا ہے۔'' ملک صاحب گویا ہوئے۔

''اچھا صبح اسکول جانے کے بعد آپ نے جو کچھ کیا، ذرا تفصیل سے بتاؤ۔'' حکیم صاحب کچھ سوچتے ہوئے بولے۔

علی نے دھیرے دھیرے اسکول کی پوری کارگزاری سنادی۔

''اچھا تو آپ نے دعوت شروع ہونے سے پہلے باسکٹ بال کا میچ کھیلا تھا؟'' حکیم صاحب کچھ سمجھتے ہوئے بولے۔

''جی، جی۔'' علی نے فوراً جواب دیا۔

''اچھا تو بیٹا! مجھے سچ سچ بتایئے، جب آپ باسکٹ بال کا کھیل کھیلنے کے بعد اپنے دوستوں کی دعوت میں شریک ہوئے تو کیا آپ نے ہاتھ دھوئے تھے؟''

''نہیں۔'' علی نے دماغ پر زور دیتے ہوئے جواب دیا۔ ''میں بھول گیا تھا۔''

حکیم صاحب مسکرانے لگے، ساتھ ہی ملک طفیل صاحب بھی مسکرادیے۔

''اچھا اور جب آپ نے کھانا شروع کیا تھا تو کیا آپ نے کھانا شروع کرنے کی دعا پڑھی تھی؟''

''نہیں، میں تو اُس وقت اتنے جوش میں تھا کہ مجھے نہ تو ہاتھ دھونا یاد رہا اور نہ ہی دعا پڑھنا یاد رہا۔''

''یہی وجہ ہے بیٹا! کہ گیند پر لگی مٹی اور جراثیم آپ کے ہاتھوں پر لگ گئے اور پھر اُنھی ہاتھوں سے آپ نے کھانا کھایا تو وہ جراثیم اس کھانے میں شامل ہوکر آپ کے پیٹ میں چلے گئے اور دُعا نہ پڑھنے کی وجہ سے بے برکتی بھی ہوئی، اس وجہ سے آپ کے پیٹ میں درد اُٹھا۔''

''ہونہہ!'' علی اور ملک صاحب نے کچھ سمجھتے ہوئے ایک ساتھ کہا۔

پھر حکیم صاحب نے دوا کا نسخہ تیار کر کے دیا اور کچھ دوا اُسی وقت علی کو کھلا دی، باقی دوا ملک صاحب کو تھماتے ہوئے استعمال کا طریقہ سمجھایا اور گھر جا کر آرام کرنے کی تلقین کی۔

ملک صاحب علی کو لے کر واپس گھر آنے کے لیے گاڑی میں بیٹھ گئے اور راستے میں علی سے پوچھنے لگے:

''علی بیٹا! آپ کو روزانہ گھر پر ہاتھ دھوکر اور دُعا پڑھ کر کھانے کی ترغیب دی جاتی ہے، اس کے باوجود بھی آپ نے اسکول میں اس پر کیوں عمل نہیں کیا؟''

''بابا! میں کھیل کے خیال میں اتنا مگن تھا کہ مجھے بالکل یاد ہی نہیں رہا۔'' علی نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا۔

''دیکھو بیٹا! کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا اور دُعا پڑھ کر کھانا، یہ وہ سنتیں ہیں جنھیں ہم بہت چھوٹا سمجھتے ہیں، لیکن ذرا سی غفلت کی وجہ سے ان پر عمل نہ کرنے سے آپ کا کتنا بڑا نقصان ہوا۔ آپ جن مقابلوں کے لیے ایک ہفتے سے دن رات ایک کر کے محنت کر رہے تھے اس تکلیف کی وجہ سے ان مقابلوں میں صحیح طرح شامل ہی نہیں ہوسکے۔'' ملک صاحب نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

اتنی دیر میں گاڑی گھر کے دروازے تک پہنچ چکی تھی۔ علی نے اپنے ابو سے وعدہ کیا کہ وہ ہمیشہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے اور دُعا پڑھنے کا ضرور اِہتمام کرے گا۔ اس کے ساتھ ہی دونوں گاڑی سے اتر کر گھر میں داخل ہوگئے۔

علم: انسانیت کی معراج

نورعین سلیمانی۔ ہندوستان

علم دین وہ روشنی ہے جو اِنسان کو اَندھیروں سے نکال کر روشنی کے راستے پر گام زن کرتی ہے۔ یہ ایک ایسی دولت ہے جو نہ چوری کی جاسکتی ہے اور نہ ختم ہوتی ہے۔ علم دین انسان کو خدا کی پہچان عطا کرتا ہے، اسے نیک اور بامقصد زِندگی گزارنے کا طریقہ سکھاتا ہے۔ قرآن کریم اور حدیث میں علم کی اہمیت کو بار بار اجاگر کیا گیا ہے اور علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض قرار دِیا گیا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ''

(سورۃ العلق:1)

یہ قرآن کی پہلی وحی تھی، جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی ﷺ کو پڑھنے کا حکم دیا، جو اِس بات کی دلیل ہے کہ علم، دین اور دُنیا، دونوں میں کام یابی کا ذریعہ ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ''

(سنن ابن ماجہ، حدیث:224)

''علم (دین) حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔''

یہ حدیث ہمیں بتاتی ہے کہ علم کا حصول صرف ایک اختیاری عمل نہیں، بل کہ ایک فریضہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''علم مال سے بہتر ہے، کیوں کہ علم تمھاری حفاظت کرتا ہے، جب کہ مال کی حفاظت تمھیں کرنی پڑتی ہے۔''

یہ قول اس بات کی حمایت کرتا ہے کہ علم ایک ایسا خزانہ ہے جو اِنسان کو مضبوط اور محفوظ رکھتا ہے، جب کہ دولت وقتی اور فانی ہے۔

علم کے فوائد:

۱۔ دینی راہ نمائی: علم دین کے ذریعے انسان دین کی باتوں کو سمجھ سکتا ہے اور اپنے اعمال کو دُرست کرسکتا ہے۔

۲۔ انسانیت کی خدمت: علم انسان کو دُوسروں کی مدد کرنے اور اِنسانیت کی بھلائی کے لیے کام کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''من سلك طريقًا يلتمس فيه علمًا سهل الله له طريقًا إلى الجنة۔''

(صحیح مسلم، حدیث:2699)

(جو شخص علم (دین) حاصل کرنے کے راستے پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کردیتا ہے۔)

ان تمام باتوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ علم دین ایک ایسا چراغ ہے جو زِندگی کے ہر اَندھیرے کو روشنی میں بدل دیتا ہے۔ اسے حاصل کرنا ہر مسلمان کے لیے نہایت ضروری ہے۔ علم دین ہمیں اچھا انسان، بہترین مسلمان اور ذِمے دار شہری بناتا ہے۔ ہمیں آج ہی سے اس بات کا عہد کرنا چاہیے کہ ہم علم دین کے حصول کو اپنی زندگی کا حصہ بنائیں گے اور دُوسروں تک بھی یہ روشنی پہنچائیں گے۔

شانِ علی

بنت مسعود احمد۔ کراچی

خلیفہ تھے چوتھے علی ابن طالب
جو چھوٹی عمر میں بڑھے دِیں کی جانب

شریعت کے عالم ، ثقاہت کے پیکر
وہ رفعت ، سعادت ، شجاعت کے پیکر

ذرا ان کو دنیا سے رغبت نہیں تھی
کہ دنیا کی دولت کی حاجت نہیں تھی

مثالی نمونہ وہ ایسے بشر تھے
کہ امت کے رہبر انھی کے سسر تھے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

محمد کو ہجرت کا جب حکم آیا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
نبی نے تھا بستر پہ اپنے لٹایا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

امیں بھی امانت کا ان کو بنایا
کسی خوف نے بھی نہ ان کو ڈرایا

تھا خاتونِ جنت سے گھر ان کا روشن
کہ مہکایا حسنین نے ان کا گلشن

نہیں بھولی تاریخ اب تک وہ منظر
لڑے جب تھے خیبر کے فاتح ، وہ حیدر

انو منو کا دسترخوان ۳۱

انعم توصیف۔ کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے رمضان کا پیارا مہینا نصیب کیا۔ اس پر شکر تو بنتا ہے نا! ویسے اس مہینے میں عجیب سماں ہوتا ہے۔ ہر طرف نور ہی نور محسوس ہوتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ شیطان مردود، اللہ تعالیٰ کی قید میں ہوتا ہے۔ عبادت کے ساتھ اس ماہ میں کھانے پینے کی بھی مختلف نعمتیں اللہ پاک ہمیں عطا کرتے ہیں اور ہم سب ہی اپنے آس پاس موجود لوگوں کو اُن نعمتوں میں شامل کرتے ہیں، الحمد للہ! اگر کوئی نہیں بھی کرتا تو ابھی سے یہ کام کرنا شروع کردے۔ بانٹ کر کھانے سے ناقابل بیان خوشی ملتی ہے۔ یقین کرنے کے لیے عمل کرکے دیکھنا ہوگا۔

چلیے جی، اجزا تو نوٹ کیجیے۔

اجزا:

برائے سحری

میتھی دانہ	آدھا چائے کا چمچ
لہسن ادرک کا پیسٹ	چوتھائی چائے کا چمچ
انڈے	چار عدد
پسا دھنیا	دو کھانے کے چمچ
پسی لال مرچ	آدھا چائے کا چمچ
نمک	حسبِ ضرورت
ہری مرچ	دو عدد
ہرا دھنیا	حسبِ ضرورت
تیل	آدھا کپ

برائے افطاری:

سموسے کی پٹی	بارہ عدد
مرغی کا گوشت	ایک پاؤ (بغیر ہڈی کا)
بند گوبھی	آدھا پاؤ
کالی مرچ	چوتھائی چائے کا چمچ
نمک	حسبِ ضرورت

مایونیز	حسبِ ضرورت
میدہ	ایک کپ
انڈا	ایک عدد
ڈبل روٹی کا چورا	حسبِ ضرورت
تیل	حسبِ ضرورت

ترکیب:

اللہ پاک کی طرف سے رمضان المبارک کے مہینے میں ہر عمل کا ثواب بڑھاچڑھاکر دیا جاتا ہے تو پھر سوچیے، روزے داروں کے لیے کھانا پکانے کا ثواب بھی کتنا زیادہ ملے گا! لہٰذا دِل لگا کر کام کیجیے۔ جس دن اسکول کی چھٹی ہو، سحری کے وقت جو بھی سحری بناتا ہو، اس کے ساتھ جلدی اُٹھ جائیں اور یہ جھٹ پٹ تیار ہونے والی ترکیب آزمائیں۔

سب سے پہلے آپ تیل کو گرم کیجیے، پھر اُس میں میتھی دانے ڈالیے۔ تیل زیادہ گرم نہ ہو، ورنہ میتھی دانہ جل جائے گا اور ترکیب یہیں سے خراب ہوجائے گی۔ پندرہ سیکنڈ بعد لہسن ادرک شامل کیجیے اور پندرہ سیکنڈ کے لیے بھونیے۔ اب اس میں پسا دھنیا، پسی لال مرچ اور نمک شامل کرکے جلدی سے آدھا کپ پانی ڈال دیجیے۔ اب دس منٹ کے لیے دیگچی کا ڈھکن ڈھانپ دیجیے۔ اتنی دیر میں کیا کرنا ہے؟ ذکر کرنا ہے، بیٹھ کر یا چلتے پھرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنی ہیں اور انومنو کو بھی ذرا، بل کہ ذرا سے زیادہ یاد رکھیے گا۔

دس منٹ بعد ڈھکن ہٹا کر دیکھیے، مسالا بُھن گیا ہو تو چاروں انڈے پھینٹ کر اُس میں شامل کردیجیے، اور چمچ زیادہ مت چلایئے گا۔ ہمیں انڈوں کا کچومر نہیں بنانا، موٹے موٹے ٹکڑے رکھنے ہیں۔ انڈے پانچ منٹ میں پک جائیں گے۔ اب اس میں ہری مرچیں باریک کاٹ کر ڈالنی ہیں۔ بس اب اس میں ہرا دھنیا ڈال کر بیس سیکنڈ کے لیے دم پر رکھ دیجیے۔

آپ سوچ رہے ہوں گے، انومنو وقت بھی بتا رہی ہے کہ دس سیکنڈ، پندرہ سیکنڈ تو اِس کی وجہ ہے کہ آپ کو اندازا ہو کہ بہت کم وقت میں یہ ترکیب تیار ہوجائے گی، کیوں کہ سحری میں ویسے بھی سب کام جلدی جلدی کرنے ہوتے ہیں تو یہ ترکیب کم وقت میں، کم خرچ میں ایک بہترین کھانا ہے، جو سحری میں گرما گرم پراٹھوں کے ساتھ کھایا کھائے تو مزہ دوبالا ہوجاتا ہے۔

اب چلتے ہیں افطاری کی جانب۔ بھئی، اتنی جلدی روزہ مت کھول لیجیے گا۔ روزے کا وقت صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک ہی ہوتا ہے۔ بس انومنو ترکیب لکھتے ہوئے جھٹ سے سحری سے افطاری تک پہنچ گئی ہے۔

چلیے، اب سب سے پہلے مرغی کے گوشت کو اُبالنے کے لیے رکھ دیجیے اور بند گوبھی کو باریک باریک کاٹ لیجیے۔ کاٹنا مشکل لگے تو جلدی سے پہنچ جایئے گھر میں کسی بڑے کے پاس اور اُن کی مدد لیجیے۔ گوشت اُبلنے میں بیس سے پچیس منٹ تو لازمی لگیں گے۔ پتیلی میں گوشت کے ساتھ پانی ڈال دیا تھا نا!؟ یہ نہ ہو کہ صرف گوشت کو پتیلی کے حوالے کرکے سکون سے بیٹھ جائیں اور پچیس منٹ بعد جلی ہوئی مرغی آپ کا منہ چڑائے۔ فارغ بیٹھنے سے بہتر ہے کہ اتنی دیر میں قرآن پاک کے ایک پارے کی تلاوت کرلیں۔

قرآن پاک کو تجوید سے پڑھیے گا۔ اگر کسی کو تجوید کے متعلق نہیں معلوم تو لازمی معلوم کیجیے۔

گوشت اُبل جائے تو پانی سارا خشک کردیجیے۔ گوشت ٹھنڈا ہونے پر اُس کے باریک ریشے کیجیے، پھر اُس میں بند گوبھی، نمک، پسی کالی مرچ، مایونیز ڈال کر اچھی طرح ملا لیجیے۔ ایک پیالے میں میدہ لے کر اُس میں پانی ملا کر آمیزہ بنا لیجیے۔ اب آتا ہے مزے کا کام، ایک سموسا پٹی کو سیدھا رکھیے اور اُس کے اوپر کراس کی شکل میں دوسری پٹی رکھ دیجیے۔ اب بیچ میں جہاں وہ دونوں پٹیاں مل رہی ہیں، اس جگہ مرغی کے گوشت اور بند گوبھی سے تیار کردہ آمیزہ رکھیے۔ اب نیچے والی پٹی کے سرے سے جہاں آمیزہ رکھا ہے وہاں تک میدے کا آمیزہ لگایئے، پھر اُسے آرام سے بیچ میں رکھے آمیزے کے اوپر رکھیے۔ اس کے بعد سامنے والی پٹی کو اُس کے اوپر رکھیے اور پھر ایسے ہی دوسری پٹی کے ساتھ کیجیے۔ ہر پٹی اٹھاتے وقت اس پر میدے کا آمیزہ لگانا ہے۔ اب ہمارے سامنے ایک چکور سموسا ہوگا۔

بقیہ صفحہ نمبر:36 پر

اسے اپنی سرخ رنگت پر بڑا ناز تھا۔ سارا دِن فریج میں اس کی وجہ سے کھٹ پٹ ہوتی رہتی تھی۔

باورچی خانے کی بتی بند ہوتے ہی کسی کے دھڑام سے گرنے کی آواز آئی اور فریج نے غصے سے اسے گھورا، مگر اُس نے نہ دیکھنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا:

’’دور رہو مجھ سے۔‘‘

تو ساری سبزیوں نے ان دونوں کو گھور کر دیکھا۔

شلجم نے تنگ آکر ٹوکری میں سے سر نکالا:

’’کیا مسئلہ ہے تم دونوں کا؟‘‘

مولی بولی:

’’مجھے تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ بی گاجر ہی ہے جو مجھے بار بار دھکے مار کر ٹوکری سے نیچے پھینک دیتی ہے۔‘‘

’’کیوں نہ پھینکوں؟ میں مہمان خصوصی ہوں۔ سمجھے تم سب!؟‘‘

’’بُری بات ہے۔‘‘ خالہ گوبھی نے اسے ڈانٹا۔

’’خالہ! تم تو چپ ہی رہا کرو۔ میں اس گھر کے ہر فرد کی پسندیدہ سبزی ہوں۔ بچے میرا جوس پی کر طاقت حاصل کرتے ہیں۔ باجی مجھے سبزی میں ملا کر پکاتی ہے۔ امی جان میرا لذیذ حلوہ تیار کرتی ہیں۔ سب کی چہیتی ہوں میں، اس لیے سب میری عزت کیا کرو، میری ہر بات مانا کرو اور صبح شام مجھے سلام کیا کرو۔‘‘

گاجر نے تکبر سے بھرے لہجے میں کہا تو مٹر نے منہ کھولا:

’’اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم بی مولی کو حقیر سمجھو۔‘‘

’’ہونہہ، میں اور تم سب سے مل کر رہوں، یہ نہیں ہوسکتا۔‘‘

پالک اور ساگ نے اسے دکھ سے دیکھا، جو اپنے غرور میں یہ بھول گئی تھی کہ اللہ سوہنے نے کسی کو بھی بے کار اور فالتو نہیں بنایا۔

اور بی مولی کو اپنی ٹوکری میں سلا لیا۔

......☆......

صبح سویرے باورچی خانے میں آتے ہی امی جان نے مولیوں کو باہر نکالا اور دھو کر باجی سے انھیں کدوکش کرنے کو کہا:

’’بیٹا! رات تمھاری دادی جان نے مولی والے پراٹھوں کی فرمائش کی تھی۔‘‘

غرور کا انجام

رمشاء خالد۔ گوجرانوالہ

اور پھر جھٹ پٹ مولی کے پراٹھے تیار ہو گئے۔

دادا جی نے دوپہر کے کھانے میں ساگ کی فرمائش کی تو دادی جان نے آلو شلجم بنانے کا کہا۔

رات بابا جان اور امی جان نے مچھلی تلی اور سب نے صحن میں بیٹھ کر مزے سے رات کا کھانا کیا۔

''ہاں تو بچو! سب کی تیاری مکمل ہے نا!؟ ہم رات بارہ بجے کاغان، ناران کی سیر کو نکل رہے ہیں۔''

بچہ پارٹی نے ''ہرے'' کا نعرہ لگایا اور پھر سب نے اپنا سامان مل کر جیپ میں رکھوایا اور روانہ ہو گئے۔

......☆......

بی گاجر فریج میں بیٹھی رو رہی تھی۔

''کیا ہوا بی گاجر!؟'' ادرک نے سر اُٹھایا۔

میری طرف کسی کا دھیان ہی نہیں گیا، اب جب وہ سب لوٹیں گے تو میں مرجھا چکی ہوں گی اور مجھے اٹھا کر پھینک دیا جائے گا۔''

ادرک نے اسے دکھ سے دیکھا اور کہا:

''بی گاجر! غرور اچھی بات نہیں۔ جس کی جب اور جہاں ضرورت ہوتی ہے انسان اسے تب ہی استعمال کرتا ہے۔'' ادرک نے اسے سمجھایا اور منہ لپیٹ کر سو گیا۔

ایک ہفتے بعد گھر والوں کی واپسی ہوئی تو امی اور باجی نے باورچی خانے کی صفائی کی اور فریج میں سے پرانی سبزیاں، جو قابل استعمال نہیں تھیں، انھیں اٹھا کر باہر پھینک دیا اور نئی اور تازہ مولیاں، گاجریں، شلجم اور میتھی کو ٹوکریوں میں رکھتے ہوئے فریج کا دروازہ بند کر دیا۔

فریج، بی گاجر کے لیے افسردہ تھا، مگر اُس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

وہ اپنے غرور سمیت کچرے کے ڈھیر پر پڑی تھی اور چند لمحے بعد بلدیہ کا ٹرک اسے کچرے کے ہم راہ اٹھا کر لے جا چکا تھا۔

ذوقِ معلومات

۱۰۹

یہ کُل پانچ اشارات ہیں۔ آپ ان کی مدد سے درست جواب تک پہنچنے کی کوشش کیجیے۔

اگر آپ ان اشارات کے ذریعے درست جواب تک پہنچ جائیں تو بُوجھا گیا جواب آخری صفحے پر موجود کوپن کے ساتھ ہمیں ارسال کر دیجیے اور اَپنی معلومات کا انعام ہم سے پائیے۔ آپ کا جواب ۳۱ مارچ تک ہمیں پہنچ جانا چاہیے۔

یہ کون ہیں؟

محمد ہانی رفیق۔ کراچی

۱. آپ کا شمار برصغیر کے نام وَر مذہبی راہ نماؤں میں ہوتا ہے۔
۲. آپ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء والے سال ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں ''بندول'' میں پیدا ہوئے۔
۳. آپ کے والد کا نام شیخ حبیب اللہ ہے۔
۴. آپ مشہور مصنف بھی ہیں اور شعر و اَدب کا بھی خاصا ذوق رکھتے تھے۔ آپ کی مشہور تصنیف ''سیرۃ النبی ﷺ'' ہے۔
۵. آپ نے ۵۷ برس کی عمر پائی۔

بکھرے موتی

قارئین

☆ اندھیری رات کے بعد ہمیشہ ایک روشن صبح آتی ہے، اس لیے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔
☆ گلاب کے کانٹے اس کی خوب صورتی چھین نہیں سکتے، اسی طرح دوسروں کے طعنے اور طنز ہماری خوبیوں کو ختم نہیں کر سکتے۔
☆ اچھی نیت ایک ایسا بیج ہے جو ہمیشہ اچھے پھل دیتا ہے۔

(ابوذر۔کراچی)

☆ چھوٹے قدم بھی منزل کی طرف لے جاتے ہیں، بس ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔
☆ کتابیں پڑھنے سے دماغ روشن اور دِل خوش ہوتا ہے۔
☆ صرف اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا چاہیے، وہ ہر دُعا سنتا ہے۔

(انابیہ شعیب۔کراچی)

☆ دوسروں کی مدد کرنا سب سے بڑی خوشی ہے۔
☆ چمکتا ہوا چاند ہمیں بتاتا ہے کہ اندھیروں میں بھی روشنی ہو سکتی ہے۔
☆ جو اچھا بولتا ہے سب اس کے دوست بن جاتے ہیں۔

(ضحیٰ عبدالمنان۔کراچی)

☆ اچھے کام کا بدلہ ہمیشہ اچھا ملتا ہے۔
☆ عاجزی اختیار کرنے والے کو سب پسند کرتے ہیں۔
☆ جو علم سیکھتا ہے وہ زندگی میں کام یاب ہوتا ہے۔

(ماہ نور۔حیدر آباد)

☆ ہر نیکی کا آغاز ایک اچھے ارادے سے ہوتا ہے۔
☆ ایک مسکراہٹ دوسروں کا دِل جیت سکتی ہے۔
☆ کانٹے کے بغیر گلاب نہیں، اسی طرح مشکل کے بغیر کام یابی نہیں۔

(ناہید مشتاق۔ٹھٹھہ)

☆ معاف کرنا سب سے بڑی بہادری ہے۔
☆ جو دُوسروں کی عزت کرتا ہے وہ خود عزت پاتا ہے۔
☆ دوسروں کی بات کو غور سے سننا اخلاق کی نشانی ہے۔

(سعد بن صہیب۔رحیم یار خان)

☆ صبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے۔
☆ جو وقت ضائع کرتا ہے، وہ زندگی ضائع کرتا ہے۔

(عامر اعجاز۔کوہاٹ)

☆ سیکھنا کبھی بند نہیں کرنا چاہیے، ہر دِن کچھ نیا سیکھنے کا موقع ہے۔
☆ گرتے وہی ہیں جو آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔
☆ دعائیں بہت طاقت وَر ہوتی ہیں۔
☆ ہر دِل سے کیے گئے کام کا نتیجہ ہمیشہ اچھا ہوگا۔

(وحید گل۔کوئٹہ)

☆ بہترین انسان اپنے اچھے اخلاق سے جانا جاتا ہے، ورنہ اچھی باتیں تو دِیواروں پر بھی لکھی ہوتی ہیں۔
☆ اگر نیت صاف ہو تو کام بھی اچھے ہو جاتے ہیں۔

(صفیہ سہیل۔لاہور)

الطاف حسین۔ کراچی

سوال آدھا جواب آدھا ۶۵

اس کھیل میں چند جملے ہیں، ہر جملہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں کچھ معلومات دی گئی ہیں، جب کہ دوسرے حصے میں اسی طرح کی معلومات آپ سے پوچھی گئی ہیں۔ آپ مطلوبہ معلومات ہمیں ۳۱ مارچ تک ارسال کر دیجیے، ہم آپ کو اِس کا انعام روانہ کر دیں گے۔ ایک سے زیادہ درست جوابات موصول ہونے کی صورت میں قرعہ اندازی کے ذریعے تین قارئین کرام کو اِنعام سے نوازا جائے گا۔
کوپن پُر کر کے ساتھ بھیجنا نہ بھولیے گا۔

۱ قرآن مجید میں اٹھارہ رکوع پر مشتمل پاروں کی تعداد تین ہے (پارہ نمبر 9، 22 اور 26)...... بتایئے قرآن مجید میں کون سے تین پارے 20 رکوع پر مشتمل ہیں؟

۲ قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذِکر سب سے پہلے سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 33 میں آیا ہے...... حضرت زکریا علیہ السلام کا ذِکر سب سے پہلے کس سورت میں آیا ہے؟

۳ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے 1540 احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہیں...... بتایئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث نبویہ تعداد کتنی ہے؟

۴ مشہور صحابی حضرت ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ کا اصل نام عبداللہ تھا...... بتایئے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اصل نام کیا تھا؟

۵ ''بے نظیر بھٹو اِئیر پورٹ'' پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں واقع ہے...... آپ یہ بتایئے کہ اگر کوئی مسافر ''چارلس ڈیگال ائیر پورٹ'' پر اُترے تو وہ کس ملک میں ہوگا؟

۶ ''کھیلوں کا سامان'' اور ''آلات جراحی'' پاکستان کے شہر سیالکوٹ کی وجہِ شہرت ہیں...... بتایئے پاکستان کا شہر ''واہ کینٹ'' کس خاص صنعت کے حوالے سے مشہور ہے؟

۷ ''لی ہاروے'' فرانس کی مشہور بندرگاہ ہے...... بتایئے ''مونٹریال'' کس ملک کی مشہور بندرگاہ ہے؟

۸ ''ٹیلی گراف'' برطانیہ کے سائنس دان ولیم کُک نے 1837ء میں ایجاد کیا تھا...... بتایئے 1873ء میں ''فونوگراف'' کس سائنس دان نے ایجاد کیا تھا؟

۹ ''جُوڈو'' کے کھیل میں جو کھلاڑی اپنے مدِّ مقابل کو گرانے میں کامیاب ہو جاتا ہے اسے ''ٹوری'' کہا جاتا ہے...... بتایئے اس کھیل میں جو کھلاڑی گر جاتا ہے اسے کیا کہا جاتا ہے؟

۱۰ ''دَام آئے کام'' اردو زبان کی ایک مشہور ضرب المثل ہے، جس کا مطلب ہے: ''روپیا پیسا فائدے مند ہوتا ہے''...... بتایئے ''دَام کرائے کام'' کا کیا مطلب ہے؟

شیطان کی شکست

محمد کاشف اقبال۔ کراچی

کمرے میں گھپ اندھیرا تھا، ہر طرف ہُو کا عالم تھا۔اس سناٹے میں کبھی کبھار کسی گاڑی کے گزرنے کی آواز سُنائی دے جاتی تھی۔ سب گھر والے سو چکے تھے،شارق بھی سونے کی کوشش کر رہا تھا،لیکن نیند اُس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی، ایک کے بعد ایک سوچ اس کے ذہن میں آ رہی تھی۔

آخر آج محسن کو کیا ہو گیا تھا! وہ تو ہمیشہ میری باتوں پر اور جوابات پر مسکرا دیتا تھا،آج اچانک کیوں مجھ سے خفا ہو گیا! شارق کی والدہ اسے سمجھا کر سوئی تھیں کہ بیٹا! صبح جلدی اٹھنا ہے،تاکہ آپ اپنے سالانہ جلسے کی تیاری کر سکیں،لیکن شارق کا دل اداس تھا۔وہ سوچ رہا تھا کہ کل محسن اس کا ساتھ نہیں دے گا تو وہ کیسے جلسے میں اپنی کارکردگی دکھائے گا؟

حالاں کہ اس کے استاد محترم نے اسے بہت اچھی طرح تیاری کروائی تھی،شارق نے بھی بہت محنت کی تھی،اسی لیے کئی مرتبہ وہ اپنے کردار کو دُہرا چکا تھا،مضمون بھی اسے اچھی طرح یاد تھا۔وہ اس کی دہرائی اور مشق بھی بہت مرتبہ کر چکا تھا،لیکن پھر بھی اسے یہ بات پریشان کر رہی تھی کہ اس کا جگری دوست محسن کل اس کے ساتھ کس طرح پیش آئے گا؟

اسے آج صبح ہونے والے جھگڑے اور تکرار کے مناظر یاد آنے لگے، جب اس نے محسن کو ہمیشہ کی طرح سب کے سامنے یہ کہا تھا کہ آج بھی تم لنچ میں بسکٹ ہی لے کر آئے ہو۔اور محسن، جو ہمیشہ اس کی بات پر مسکرا دیتا تھا، آج غصے میں بپھر گیا تھا،اس نے شارق سے کہا:

”تم کون ہوتے ہو میری غربت کا مذاق اڑانے والے؟“

شارق نے کہا: ”ایک تو صرف بسکٹ لے کر آئے ہو اور اُوپر سے مجھ سے بحث بھی کر رہے ہو؟“

محسن نے کہا: ”اگر ایسا ہی ہے تو آئندہ کے لیے مجھ سے بات نہ کرو، اچھا ہے کہ میں اور تم دور ہی رہیں۔تم اپنے امیر دوستوں کے پاس ہی رہا کرو، مجھ سے بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

شارق نے کہا: ”دیکھ لینا تم خود ہی میرے پاس آؤ گے۔“

محسن نے کہا: ”ایسا کبھی نہیں ہوگا! مجھے تم جیسے مغرور لڑکے سے دوستی کرنے کا کوئی شوق نہیں۔“ یہ کہتے ہوئے محسن پیر پٹختا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

شارق جانتا تھا کہ محسن اگرچہ غریب ہے، تاہم دل کا بہت اچھا ہے۔محسن اس کی باتوں کا کبھی بُرا نہیں مناتا تھا۔ شارق، محسن کی اسی وسعتِ ظرفی کی وجہ سے اسے اپنے قریب سمجھتا تھا اور اپنے سارے دکھ سکھ اس کے ساتھ بانٹتا تھا، یہاں تک کہ محسن اور شارق ایک دوسرے کے گھر بھی آتے جاتے تھے۔شارق کو بھی ہمیشہ محسن کے گھر جا کر اَپنائیت کا احساس ہوتا تھا، اس لیے بھی اسے پریشانی تھی کہ آخر ایسا کیا ہوا جس کی وجہ سے اس کا جگری دوست آج اس سے روٹھ گیا۔یہی سوچتے سوچتے نہ جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی۔

صبح جب وہ اٹھا تو اُس کے سر میں بہت درد ہو رہا تھا۔اس نے فجر کی نماز با جماعت ادا کر کے اپنی امی کو سر درد اور رات کو دیر سے نیند آنے کے بارے میں بتایا۔اس کی امی بہت حیران ہوئیں

اور کہنے لگیں: ''بیٹا! آپ 10 بجے تک سو جاتے ہیں، آخر ایسا کیا ماجرہ پیش آ گیا جس کی وجہ سے آپ دیر تک جاگتے رہے؟''

شارق نے اپنی امی کو کل پیش آنے والا واقعہ تفصیل سے بتایا، جسے سن کر امی بھی پریشان ہو گئیں۔ وہ یہ بات بہت اچھی طرح جانتی تھیں کہ محسن بہت سلجھا ہوا اور باادب لڑکا ہے، اسی لیے وہ دونوں کی دوستی سے خوش اور مطمئن تھیں کہ شارق اچھی صحبت میں رہتا ہے۔

وہ کہنے لگیں: ''بیٹا! میں آپ دونوں کے لیے اشراق کی نماز کے بعد خصوصی دعا مانگوں گی، ان شاء اللہ تعالیٰ! ضرور کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔ آپ دو رکعت نمازِ حاجت پڑھ کر اِسکول جائیں اور اِس بارے میں اپنے قرآن مجید کے استاد صاحب سے بھی ضرور بات کیجیے گا۔

شارق کو جیسے ایک دم حل سمجھ میں آ گیا۔ وہ اپنے استاد صاحب مولانا شریف صاحب سے بہت متاثر تھا اور اُن کی بہت عزت کرتا تھا۔ اس کے استاد صاحب ہمیشہ بہت اچھے اچھے واقعات اور خوب صورت باتوں کے ذریعے انھیں زندگی کے سبق سکھاتے رہتے تھے۔

شارق کہنے لگا: ''امی! آپ کا بہت شکریہ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مشورے کی برکت سے مجھے راستہ دکھا دیا۔ اب ان شاء اللہ تعالیٰ نمازِ حاجت اور آپ کی دعا کی برکت سے میرا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اس کے بعد شارق ناشتا کر کے اسکول کے لیے روانہ ہو گیا۔

جب وہ اسکول پہنچا تو سالانہ جلسے کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں، لیکن شارق جلد از جلد اپنے قرآن مجید کے استاد صاحب سے ملاقات کرنا چاہتا تھا، تاکہ وہ اپنا مسئلہ ان کے سامنے رکھ کر اُن کی رائے سے فائدہ اٹھائے اور جلسے میں اپنی بھرپور کارکردگی پیش کر سکے۔ شارق کو اُستاد صاحب کمرۂ اساتذہ میں حسبِ معمول قران مجید کی تلاوت کرتے ہوئے نظر آئے، وہ جا کر باادب استاد صاحب کے پاس بیٹھ گیا۔ استاد صاحب نے شارق کو دیکھا تو تلاوت مکمل کر کے شارق کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی عادت کے مطابق مسکراتے ہوئے سلام کیا، پھر اُنھوں نے شارق سے کہا: ''بیٹا! آپ نے آج کے جلسے کی تیاری کر لی ہے؟''

شارق: ''جی استاد محترم! میری تیاری مکمل ہے، لیکن مجھے ایک بے چینی سی ہے، میں رات کو اچھی طرح سو بھی نہیں سکا، اسی وجہ سے آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔''

استاد صاحب: ''جی بیٹا! ضرور بتایئے۔''

شارق نے اپنے اور محسن کے درمیان ہونے والی تکرار پوری تفصیل سے استاد صاحب کو بتائی اور کہا: ''استاد محترم! محسن ہمیشہ میری ایسی باتوں کو ہنس کر ٹال دیا کرتا ہے، کل نہ جانے کیا ہوا کہ وہ ایک دم ناراض ہو گیا۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ اسے ذہنی طور پر کوئی پریشانی ہے، جس کی وجہ سے وہ ناراض ہو گیا۔ آپ تو جانتے ہیں کہ میں اور محسن ایک دوسرے کے بہت قریبی دوست ہیں، اس لیے آج جب میں اسکول آیا تو پہلے محسن کو تلاش کیا۔ وہ مجھے نظر بھی آ گیا، لیکن میں نے اس سے بات نہیں کی، میں سیدھا آپ کے پاس آ گیا، تاکہ آپ سے راہ نمائی لے سکوں کہ کیا کرنا چاہیے۔''

استاد صاحب نے کہا: ''بیٹا! اللہ تعالیٰ آپ کو بہت خوش رکھے کہ آپ نے محسن کے بارے میں ایسا سوچا، لیکن مزید میں یہ کہوں گا کہ آپ کو اپنے رویے پر بھی غور کرنا ہوگا۔''

شارق حیران ہو کر کہنے لگا: ''استادِ محترم! میں تو ہمیشہ ہی محسن سے اسی طرح کا مذاق کرتا ہوں اور وہ کبھی بُرا نہیں مانتا، لیکن اس مرتبہ اس نے مجھے سب کے سامنے جواب دیا اور ناراض بھی ہو گیا۔''

استاد صاحب کہنے لگے: ''بیٹا! میں آپ کو حضرت ہود علیہ السلام کے بارے میں واقعہ بتاتا ہوں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے قومِ عاد کی طرف نبی بنا کر بھیجا تھا۔ حضرت ہود علیہ السلام جب اپنی قوم کو ایک اللہ کی طرف بلاتے اور سیدھے راستے کی دعوت دیتے تو وہ لوگ مذاق اڑاتے اور کہتے:

''ہم تو آپ کو نادان اور جھوٹا سمجھتے ہیں، لیکن حضرت ہود علیہ السلام ان کے مذاق کے جواب میں یوں نہیں کہتے تھے کہ اصل نادان تو

تم ہو اور تم ہی جھوٹے ہو، جو اللہ تعالیٰ کو جھٹلاتے ہو، بل کہ حضرت ہود علیہ السلام ان کی بات کا رَدِّعمل دینے کے بجائے ان کے ساتھ ہمدردی کرتے ہوئے یہ فرمایا:

''میں نادان نہیں ہوں، بل کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا رسول ہوں اور اللہ تعالیٰ کی امانت تم تک پہنچانے والا تمھارا خیر خواہ ہوں۔''

(سورۂ اعراف:67،68)

حضرت ہود علیہ السلام اور اُن کی قوم کی یہ گفتگو ہمیں بتاتی ہے کہ اگر ہم جھگڑوں سے بچنا چاہتے ہیں تو ہمیں سامنے والے کی کڑوی کسیلی بات کا کڑوا جواب نہیں دینا چاہیے، بل کہ ہمدردی اختیار کرتے ہوئے محبت کے ساتھ اس سے پیش آنا چاہیے۔

محسن آپ کے ساتھ ہمیشہ خاموشی سے پیش آتا رہا اور اُس نے آپ کے مذاق کا جواب مذاق سے نہیں دیا، تاکہ آپ دونوں کی دوستی خراب نہ ہو، لیکن جب معاملہ اس کی برداشت سے باہر ہو گیا تو پھر اُس نے آپ کو جواب دیا اور آپ نے بھی اُس کے بعد اس کا مذاق اڑایا تو بات بڑھ گئی۔

آپ دونوں کے جھگڑے کے بعد محسن میرے پاس آیا تھا اور اُس نے پوری تفصیل مجھے بتائی تھی تو میں نے اسے بھی حضرت ہود علیہ السلام اور اُن کی قوم کا واقعہ سنایا تھا۔ وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہوا اور اُس نے کہا: مجھ سے غلطی ہو گئی کہ میں نے شارق کو بُرا بھلا کہا۔

آج آپ نے بھی اپنی شرمندگی کا اظہار کیا، اس پر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ شیطان دو اچھے دوستوں کو جدا کرنے کی کوشش میں ناکام ہو گیا۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ کڑوی باتوں سے اور غصے کے اظہار سے کبھی بھی رشتے سلامت نہیں رہتے۔ رشتوں کی خوب صورتی اسی میں ہے کہ لوگ آپس میں کھلے دل کے ساتھ ایک دوسرے کو معاف کر دیا کریں۔

آپ اب محسن سے ملاقات کریں اور کھلے دل سے ایک دوسرے کو معاف کر دیں۔

شارق کی آنکھوں میں تیرتے ہوئے آنسو بتا رہے تھے کہ اسے بھی اپنے دوست محسن کی طرح اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ وہ استاد صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کمرۂ اساتذہ سے باہر نکل گیا۔ دروازے کے باہر ہی راہ داری میں محسن اسے ایک کونے میں خاموش بیٹھا ہوا نظر آیا، جو سر جھکائے کچھ سوچ رہا تھا۔

شارق اسے دیکھ کر تیزی سے اس کی طرف گیا اور کہنے لگا: ''میرے پیارے دوست! مجھے معاف کر دو۔ کل میں نے تمھیں بہت تکلیف پہنچائی۔''

محسن کہنے لگا: ''میرے پیارے بھائی! مجھ سے بھی یہی نادانی ہوئی ہے۔ آؤ، ہم دونوں ایک دوسرے کو معاف کر دیں اور پھر سے اچھے دوستوں کی طرح رہیں، تاکہ شیطان خوش نہ ہو۔

شارق نے گرم جوشی سے کہا: ''ہاں، کیوں نہیں!'' یہ کہتے ہوئے دونوں ایک دوسرے کے گلے لگ گئے۔ اس کے بعد دونوں دوست جلسے میں شریک ہوئے۔ شارق نے جلسے میں اپنا کردار بھرپور انداز میں پیش کیا، جس پر اُس کے جگری دوست محسن نے خوب داد دی۔

چھٹی کے بعد جب شارق گھر پہنچا تو پوری تفصیل اپنی امی کو بتائی۔ امی کہنے لگیں: ''بیٹا! میں نے اشراق کے بعد آپ دونوں کے لیے بہت دعائیں مانگی تھیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے پوری امید تھی کہ آپ دونوں کی ناراضی دور ہو جائے گی اور آپ دونوں دوبارہ ایک دوسرے کے پکے دوست بن جائیں گے۔''

شارق سر جھکاتے کہنے لگا: ''جی ہاں امی! یہ آپ کی دعاؤں اور اُستاد صاحب کے مشورے کی برکت سے ممکن ہوا۔ میں اپنے کیے پر بہت نادم ہوں کہ میں نے محسن کو تکلیف پہنچائی۔ آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ میں اس بات کی پوری کوشش کروں گا کہ محبت والا جواب دوں، کسی کو غصے میں جواب نہ دوں۔ امی! آپ بھی میرے لیے دعا مانگیے گا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔'' شارق کی بات پر امی نے ''آمین'' کہا، پھر شارق اور امی ایک دوسرے کی طرف مسکرا کر دیکھنے لگے۔

ناخاتم النبیین لا نبی بعدی

"میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔" (ترمذی)

حافظ محمد دانش عارفین حیرت ۔ لاہور

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

16 ۔ علی بن محمد خارجی

موفق نے اپنے بیٹے ابوالعباس کو بلوایا اور کہا: ''ہم مختارہ شہر اَبھی تک فتح نہیں کر سکے، تمھاری کیا رائے ہے، کیا کیا جائے؟''

ابوالعباس نے جواب دیا: ''ایک ترکیب ہے جس سے شہر فتح کیا جاسکتا ہے۔''

موفق نے پوچھا: ''وہ کیا؟''

ابوالعباس نے جواب دیا: ''ہم پہلے یہ اعلان کر چکے ہیں کہ اگر کوئی علی خارجی کا ساتھ چھوڑ کر توبہ تائب ہو کر ہمارے پاس آئے گا تو ہم اسے امان دیں گے۔''

موفق نے اس بات کی تائید کرتے ہوئے پوچھا: ''ہاں بالکل، ہم ایسا کر چکے ہیں تو اِس سے کیا ہوتا ہے؟''

ابوالعباس نے جواب دیا: ''ابا جان! مسئلہ یہ ہے کہ یہ اعلان چند دِن پُرانا ہے اور ہم ابھی تک اس اعلان پر قائم ہیں یا نہیں، یہ بات مخالفین کو معلوم نہیں ہے یا وہ اس اعلان کو اَفواہ سمجھتے ہیں۔''

موفق نے لقمہ دیا: ''ہاں بالکل، تم درست کہہ رہے ہو۔''

ابوالعباس نے اپنی بات جاری رکھی اور کہا: ''ہم یہ اعلان کل دوبارہ دُہرائیں گے اور عام لوگوں تک اس اعلان کو پہنچائیں گے۔ اس سے شہر میں افراتفری پھیلے گی اور لوگ شہر سے نکل کر ہمارے پاس آئیں گے۔ ہمارا مقصد نبوت کے جھوٹے دعوے دار کو ختم کرنا ہے، نہ کہ اس کے جال میں پھنسے ہوئے معصوم لوگوں کو، ان معصوم لوگوں کو تو راہِ راست پر لانا ہے۔''

موفق نے جوش سے کہا: ''ٹھیک ہے، ہم کل پھر دُوبارہ یہ اعلان کر دیں گے، مگر طریقہ بدل دیں گے۔''

ابوالعباس نے پوچھا: ''کیا طریقہ ہوگا؟''

موفق نے کہا: ''تم کل خود ہی دیکھ لو گے۔''

......☆......

۱۵، شعبان ۲۶۷ھ کو موفق نے اپنا لشکر ترتیب دیا۔ پچاس ہزار کا لشکر خشکی اور دَریا، دونوں طرف سے حملہ آور ہوا۔ نبوت کے جھوٹے دعوے دار علی خارجی کی فوج کی تعداد تین لاکھ تھی۔ اس کے باوجود موفق اور ابوالعباس کی سربراہی میں مسلمانوں نے نبوت کے جھوٹے دعوے دار کے دانت کھٹے کر دیے اور اُنھیں پیٹھ پھیر کر بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ جب مخالف فوج پیچھے ہٹی تو اُس وقت ایک بار پھر موفق نے منادی سے اعلان کروایا:

''جس شخص کو اپنی جان پیاری ہو وہ ہم سے امن کی درخواست کرے، ہم اسے امان دیں گے اور جسے اپنی جان پیاری نہ ہو وہ ضرور ہمارے مقابلے کے لیے آئے۔ یہ رعایت مختارہ کے رہنے والے ہر خاص و عام کے لیے ہے۔ یہ رعایت ہر فوجی کے لیے بھی ہے، چاہے وہ افسر ہو یا سپاہی، سب اس رعایت کا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔''

ابوالعباس دریا میں یہ منادی سن رہا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ اس

طریقے اور پُرانے طریقے میں کیا فرق ہے۔ اسی وقت اس نے چند پتھر اور تیر اُڑ کر شہر میں گرتے دیکھے، ان تیروں کے اوپر کاغذ لپٹے ہوئے تھے۔ ان کاغذوں پر یہ اعلان درج تھا، یعنی موفق نے یہ اعلان کروانے کے بعد اِس کی کاغذ پر نقل تیار کروائی اور اُن کاغذوں کو شہر میں عام لوگوں تک پہنچا دیا۔ ابوالعباس اپنے والد کی جنگی حکمت عملی دیکھ کر مسکرا دیا۔

موفق کی اس حکمت عملی کا یہ اثر ہوا کہ مختارہ کے لوگ توبہ تائب ہو کر اَمان کی درخواست لے کر آنے لگے اور جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ روزانہ ہی کچھ نہ کچھ لوگ آتے اور اَمان طلب کرتے۔ موفق انھیں اَمان دیتا اور اِنعامات سے نوازتا۔ رمضان کے آخر تک پچاس ہزار سپاہی مسلمان ہو کر عباسی خلافت کے سائے میں آ گئے۔

موفق نے جب دیکھا کہ اتنے لوگ امان کے لیے آ رہے ہیں تو اُس نے اپنے بیٹے ابولعباس کو بلایا اور کہا: ''میں تمھیں فوج کی کمان دے رہا ہوں، تم پوری فوج کی کمان سنبھالو، میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں۔''

ابوالعباس نے پوچھا: ''اگر آپ مناسب سمجھیں تو بتائیں کہ دورانِ جنگ میں ایسا کیا ضروری کام پیش آ گیا؟''

موفق نے جواب دیا: ''میں یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک شہر کی بنیاد رکھنے جا رہا ہوں، جہاں پر لوگوں کو آباد کیا جا سکے۔ آنے والوں میں کچھ جاسوس بھی ہو سکتے ہیں تو اِس عمل سے جاسوس بھی نمایاں ہو جائیں گے۔''

ابوالعباس نے کہا: ''جیسا آپ مناسب سمجھیں۔''

موفق وہاں سے روانہ ہوا، کچھ فاصلے پر آ کر ایک شہر کی بنیاد رکھی اور شہر کا نام موفقیہ رکھا۔ جلد ہی وہاں پر فوجی چھاؤنی قائم ہو گئی۔ اس کے بعد فوج کی حفاظت میں فوجیوں اور عام لوگوں کے لیے مکانات تعمیر ہو گئے، جامع مسجد بن گئی اور تمام قریبی جگہوں اور شہروں میں اس شہر میں تجارت اور رِہائش کے لیے فرمان بھیجے گئے۔ جلد ہی وہاں دکانیں کھل گئیں اور زِندگی کی ضرورت کے سامان تیار ہو گئے۔ موفق ایک ماہ تک اسی کام میں مشغول رہا۔

......☆......

شوال کے مہینے میں علی خارجی نے اپنے سپہ سالار کو بلوایا: ''علی کو میرے پاس بھیجو۔''

سپہ سالار علی بن ابان فوراً حاضر ہوا اور پوچھا: ''آپ نے یاد کیا؟''

علی خارجی نے جواب دیا: ''ہاں، میں نے تمھیں ایک خاص مقصد سے بلوایا ہے۔ رات کی تاریکی میں دریا عبور کرو، چار پانچ کوس کا چکر کاٹ کر جاؤ اور صبح جب موفق نمازِ فجر میں مشغول ہو تو اُس کے لشکر پر حملہ کر دینا، تم اس طرف سے ان پر حملہ کر رہے ہو گے تو کچھ ہی دیر بعد میں بھی یہاں سے نکل کر اُن پر حملہ آور ہو جاؤں گا۔ ہم ان مسلمانوں کو دونوں طرف سے حملہ کر کے پیس کر رکھ دیں گے۔''

علی بن ابان نے نبوت کے جھوٹے دعوے دار علی خارجی کی اس رائے کو اہمیت دی اور اپنے لشکر کے ساتھ تیاری میں مشغول ہو گیا۔ یہ خبر موفق تک اس کے جاسوس نے پہنچا دی۔ موفق نے ایک قاصد کو دوڑایا کہ وہ یہ خبر ابوالعباس تک پہنچائے اور ساتھ ہی ابوالعباس کے لیے حکم تحریر کیا: ''تم فوراً علی بن ابان کے راستے میں آ کر بیٹھو، جیسے ہی وہ ہماری قرارگاہ کے قریب آئے، اس سے مقابلہ کرنا اور کسی کو بھی بھاگنے مت دینا۔''

ابوالعباس کو جیسے ہی اپنے والد کا حکم ملا۔ اُس نے اپنی تیاری مکمل کی اور گھات لگا کر علی بن ابان کے استقبال کے لیے تیار ہو گیا۔

......☆......

علی بن ابان احتیاط سے آگے بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ وہ موفق کی قرارگاہ کے قریب پہنچ گیا۔ جیسے ہی وہ وہاں پہنچا ابوالعباس کا لشکر، جو اُس کے استقبال کے لیے گھات لگا کر بیٹھا تھا، سامنے آ گیا۔ علی بن ابان اور اُس کے ساتھی ہمت ہار بیٹھے اور بھاگنے لگے۔ ابوالعباس کو اپنے والد کا فرمان یاد تھا، اس لیے اس نے کسی کو بھی بھاگنے نہیں دیا اور سب کو قتل کر دیا۔ طلوعِ آفتاب کے قریب ابوالعباس نے میدانِ جنگ میں ہی فجر کی نماز اَدا کی اور پھر مقتولین کو لے کر اپنے والد موفق کی خدمت میں حاضر ہوا۔ موفق نے اپنے بیٹے کو خوشی سے گلے لگا لیا۔

موفق نے حکم دیا: ''ان لاشوں کو لشکر کے سامنے بچھا دو، تاکہ

علی خارجی دیکھ سکے کہ اس کی فوج کے ساتھ کیا ہوا ہے۔“

چناں چہ ایسا ہی کیا گیا۔ علی خارجی نے جب دور سے ان لاشوں کو دیکھا تو کہنے لگا: ”موفق نے ہمیں کمزور کرنے کے لیے کیا ہی زبردست جنگی چال چلی ہے!“

علی خارجی ابھی تک اس بات سے بے خبر تھا کہ اس کا سپہ سالار علی بن ابان اور اُس کی فوج مارے جا چکے ہیں۔ وہ انتظار میں تھا کہ جیسے ہی لشکرِ اسلام میں بھگ دڑ مچے گی وہ بھی اپنے شہر سے نکل کر اُن پر حملہ کر دے گا۔

موفق کو جب علی خارجی کے طنز کا پتا چلا تو اُس نے ان لاشوں کے سر علاحدہ کروائے اور بڑی بڑی غلیلوں کے ذریعے وہ سر مختارہ شہر کی طرف پھنکوائے، اڑتے ہوئے سر اپنی طرف آتے دیکھ کر علی خارجی اور اُس کی فوج کے ہاتھوں کے توتے اڑ گئے۔ ایک سپاہی نے ایک سر کو پہچان کر کہا: ”یہ تو اُن لوگوں کے سر ہیں جنھیں علی بن ابان کے ساتھ رات کو بھیجا گیا تھا۔“

اسی وقت کسی نے علی بن ابان کا سر بھی علی خارجی کے سامنے لا کر رکھ دیا، علی خارجی ان سروں کو دیکھ کر ضبط نہ کر سکا اور رو پڑا۔

......☆......

علی خارجی اور اَبو العباس کی کئی مرتبہ بحری لڑائی ہوئی، مگر ہر مرتبہ ابو العباس کو فتح ہوئی۔ دوسری طرف موفق نے مختارہ شہر کا محاصرہ سخت کر دیا اور شہر کی رسد بالکل بند کر دی۔ شہر میں فاقوں کی نوبت آنے لگی، بڑے بڑے سورما توبہ تائب ہو کر شہر سے نکل آئے اور موفق کی امان میں آ گئے۔

علی خارجی نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو ایک قاصد موفق کے پاس بھیجا، اس قاصد نے علی خارجی کا پیغام پہنچایا۔ پیغام میں علی خارجی نے کہا تھا:

”محاصرے کو طول دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ آؤ، ہم اور تم مل کر کھلے میدان میں فیصلہ کن جنگ لڑیں۔“

موفق نے اس پیغام کو کوئی اہمیت نہیں دی اور قاصد کے جانے کے بعد اپنے بیٹے ابو العباس کو پیغام بھجوایا: ”اگر ہم یوں ہی محاصرہ قائم رکھیں گے تو جلد ہی شہر فتح ہو جائے گا۔“

علی خارجی کے ساتھی فاقوں سے بچنے کے لیے بھاگ بھاگ کر موفق کے پاس آنے لگے۔ جب شہر میں غلہ ختم ہو گیا تو اَول لوگوں نے فاقوں سے مجبور ہو کر اپنے گھوڑے ذبح کر دیے۔ اس کے بعد گدھے بھی کھا گئے۔

موفق نے اس صورتِ حال سے فائدہ اٹھایا اور شہر پر آتش گیر مادہ پھینک کر آگ لگوا دی۔ پورے شہر میں افراتفری پھیل گئی۔ اس کے ساتھ ہی موفق نے پُرزور حملہ کر دیا۔

علی خارجی اپنے قریبی ساتھیوں اور اَفسروں کو لے کر شہر سفیانی کی طرف بھاگ گیا۔ موفق نے مختارہ شہر فتح کر لیا۔ اس کے ساتھی جب مختارہ شہر میں داخل ہوئے تو اُنھوں نے علی خارجی کو وہاں نہ پا کر تفتیش شروع کی۔ ایک شہری نے بتایا: ”وہ یہاں سے بھاگ گیا ہے۔“

موفق نے شہر اَبو العباس کے حوالے کیا اور اپنے ہونہار سپاہی ساتھ لے کر علی خارجی کے پیچھے روانہ ہوا۔ جلد ہی موفق اس تک پہنچ گیا۔ علی خارجی نے جنگ کرنے کو ترجیح دی، تھوڑی سی لڑائی کے بعد ہی علی خارجی اور اُس کے سپاہی مارے گئے۔ یہ یکم صفر ۲۷۰ ہجری کا دِن تھا۔

موفق نے حکم دیا: ”اس کا سر کاٹ کر نیزے پر چڑھا دیا جائے۔“

چناں چہ ایسا ہی کیا گیا۔ موفق نے سجدہ شکر اَدا کیا اور پوری اسلامی سلطنت میں پیغام بھیجا کہ ”زنگی اور حبشی غلام ان کے مالکوں کو واپس کیے جائیں گے۔“

چناں چہ اس فرمان سے نبوت کے جھوٹے دعوے دار علی خارجی اور اُس کے زنگی اور حبشی غلاموں کا فتنہ چودہ برس اور چار ماہ بعد اپنے اختتام کو پہنچ گیا۔

......(جاری ہے)......

کشمش کی کش مکش
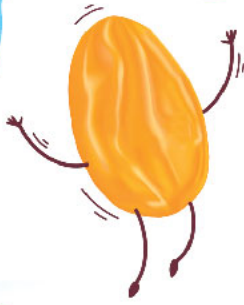
ڈاکٹر عاصم بھروچہ۔ کراچی

بچو! آج ہم ایک نہایت دل چسپ اور مزے دار تجربہ کرنے جا رہے ہیں، جس میں کسی خاص چیز کی ضرورت نہیں، البتہ اگر آپ کے پاس کشمش ہے تو سمجھ لیں کہ سائنس دان بننے کا آدھا سامان موجود ہے۔

اب آپ کو کیا کرنا ہے؟

☆ ایک شفاف گلاس جس کے آر پار نظر آئے۔

☆ کوئی بھی بوتل (کولڈ ڈرنک)

☆ تھوڑی سی کشمش

سب سے پہلے گلاس میں بوتل نکالیں۔

اب اس میں کشمش ڈالیں۔

اب کیا ہوگا؟

اب ہوگا یہ کہ کشمش پہلے شرما کر نیچے بیٹھ جائے گی، لیکن پھر بوتل کے بلبلے اسے اٹھا کر اُوپر لے آئیں گے۔ تھوڑی دیر بعد بلبلے پھٹیں گے اور کشمش دوبارہ نیچے جا بیٹھے گی۔ یہ اوپر نیچے، اوپر نیچے کا سلسلہ چلتا رہے گا، جیسے کشمش پانی میں کرتب دکھا رہی ہو۔

ایسا کیوں ہوتا ہے؟

اب بات سنیے، اس کی سائنسی وجہ۔ بوتل میں بلبلے دراصل کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس کے ہوتے ہیں۔ یہ بلبلے، کشمش کی کھردری سطح سے چپک جاتے ہیں اور کشمش کو اُوپر لے آتے ہیں، کیوں کہ یہ گیس پانی میں ہلکی ہوجاتی ہے۔ جیسے ہی بلبلے اوپر جا کر پھٹتے ہیں کشمش دوبارہ نیچے آجاتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ بلبلوں کی وجہ سے کشمش اوپر آئی، پھر جب بلبلے نہ رہے تو وہ بے چاری نیچے چلی گئی۔

نتیجہ......

یہ تجربہ آپ کو سمجھائے گا کہ بلبلے، گیس اور کشمش کے درمیان کیسا تعلق سا ہوتا ہے۔ اسی طرح نیکی ہمیں اوپر اٹھاتی ہے اور گناہ ہمیں ڈُبا دیتے ہیں اور توبہ کی طاقت پھر ہمیں اوپر لے جاتی ہے، لہٰذا نہ نیکی چھوڑیں نہ ہی توبہ، بل کہ گناہوں سے بچتے رہیں۔

تو بچو! اب تجربہ کریں اور خود بھی کشمش کی طرح خوش ہو کر اُچھلیں!

پانی

حسن آرا۔ ملکوال

تین سے سات سال کے بچوں کے لیے

عزیر کی عمر دَس سال تھی۔ وہ ایک ذہین، مگر شرارتی بچہ تھا۔ عزیر کے بہت سارے دوست بھی عزیر کی طرح ہی تھے۔

ان سب دوستوں کی ایک عادت سے اسکول کے بچے پریشان تھے۔ وہ آدھی چھٹی (بریک) کے وقت پلاسٹک کی پستولوں سے دوسرے بچوں پر پانی پھینکتے تھے۔ انھیں ایسا کرنے میں مزہ آتا تھا۔ وہ پانی پھینک کر بھاگ جاتے تھے۔

اسی طرح انھیں نل کھلا چھوڑ دینا بھی بہت پسند تھا۔ وہ اکثر نل کھول کر غباروں میں پانی بھرتے تھے۔

عزیر کا ایک نیا دوست تھا۔ وہ بھی بہت ذہین اور سمجھ دار بچہ تھا۔ اس کا نام عالیان تھا۔ وہ عزیر کو پانی ضائع کرنے اور شرارتوں سے منع کرتا تھا، مگر عزیر اُس کی باتیں نہیں سنتا تھا۔

عالیان نے بھی پکا ارادہ کرلیا تھا کہ وہ عزیر کو اور اُس کے سارے دوستوں کو اِس بُرے کام سے ضرور روکے گا۔

ایک دن عالیان نے فیضان کو دیکھا۔ وہ نل کھول کر پانی ضائع کر رہا تھا۔

اس نے فیضان سے کہا:

''کیا تمھیں نہیں پتا کہ پانی ہمارے لیے کتنا ضروری ہے؟ ہم پانی کے بغیر زِندہ نہیں رہ سکتے؟''

فیضان نے حیرت سے عالیان کی طرف دیکھا اور کہا:

''کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟''

عالیان کہنے لگا:

''ہاں، یہ سچ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پانی کے ذریعے ہمیں زِندہ رکھا ہوا ہے۔ ہمارے جسم میں بہت سارا پانی ہوتا ہے، جو ہمارے جسم کے لیے ضروری ہے۔

بس یوں سمجھو کہ پانی ہمیں زندہ رکھنے کے لیے بہت ضروری ہے۔

پانی پینے سے کھانا بھی صحیح طرح ہضم ہوتا ہے۔ پانی پینے کی وجہ سے ہم بہت ساری خطرناک بیماریوں سے بچ جاتے ہیں۔ پانی پینے سے کھال نرم اور صحیح رہتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی پانی کے بہت سارے فائدے ہیں۔''

''ارے واہ عالیان بھائی! آپ نے تو مجھے بہت اچھی باتیں بتائی ہیں۔''

''اچھا، اور بھی سنو، ہمیں پانی کو ہر طرح کی گندگی سے بچانا چاہیے، کیوں کہ اگر پانی گندا ہو تو اُس سے لوگ بیمار ہو سکتے ہیں۔''

عالیان نے فیضان کو گندے پانی کے نقصانات بھی بتائے۔

فیضان نے عالیان کی باتوں کو غور سے سُنا تو اُسے یہ بہت ضروری باتیں لگیں۔ اس نے پکا ارادہ کیا کہ وہ آئندہ پانی ضائع نہیں کرے گا۔

اگلے دن فیضان نے بلال کو پانی ضائع کرتے دیکھا۔ فیضان اُسے روکتے ہوئے کہنے لگا:

''بلال بھائی! پانی ضائع کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ ہمارے دین نے ہمیں پانی ضائع کرنے سے منع کیا ہے۔

ہمیں پانی کو بچانا چاہیے، پانی بچانے سے ہمیں بہت سے فائدے ہوں گے۔ ہمارے پاس پینے کا

صاف پانی بھی ہوگا۔"

بلال، فیضان کی باتیں سن کر سوچنے لگ گیا، پھر بلال نے بھی پکا ارادہ کیا کہ وہ آئندہ پانی کو ضائع نہیں کرے گا۔

فیضان کی طرح بلال نے بھی اپنے دوستوں اور لوگوں کو صاف پانی ضائع کرنے سے بچانے کا سوچا۔ اُس نے ایک اشتہار بنایا، جس پر لکھا تھا:

"پانی بچائیں، صاف پانی ہماری ضرورت ہے۔"

اس نے یہ اشتہار اِسکول والوں کی اجازت سے بڑے دروازے پر لگا دیا۔

اشتہار میں لکھا تھا:

دانت مانجھتے وقت نل بند رکھیں۔

نہانے کے لیے زیادہ پانی استعمال نہ کریں۔

بارش کا پانی جمع کر کے پودوں میں ڈالیں۔

خراب نلوں کو فوراً ٹھیک کروائیں۔

بلال کو دیکھ کر اور بچوں نے بھی ایسا کرنا شروع کر دیا۔

اب بچے جہاں بھی پانی ضائع ہوتے ہوئے دیکھتے، اسے روکتے اور لوگوں سے کہتے:

"پانی ایک نعمت ہے، ہمیں اسے ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

پانی ہمارے لیے بہت ضروری ہے۔"

۵ فرق تلاش کریں۔
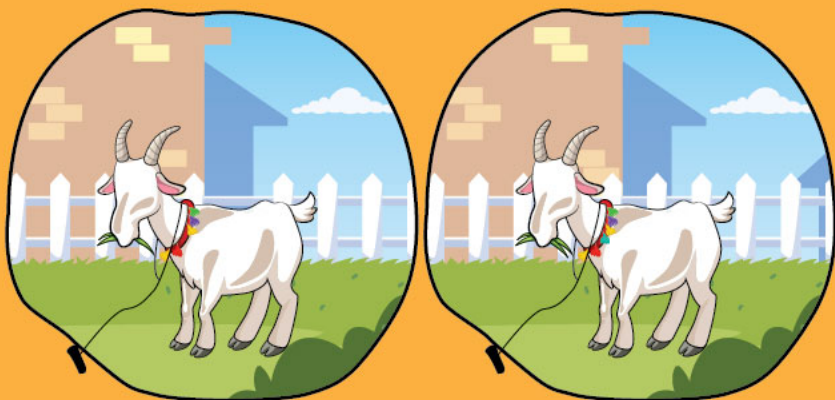
حروف کو خاکوں سے ملائیں۔

آؤ رنگ بھریں
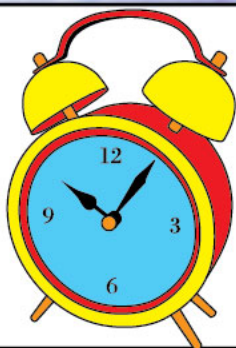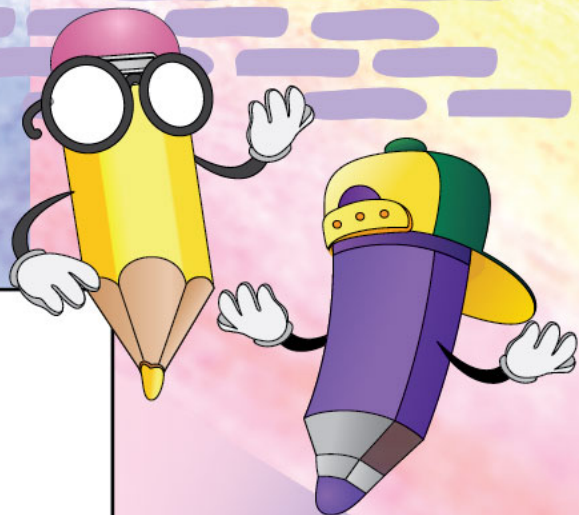
پیارے بچو! رنگ بھر کر اپنے والدین کو بھی دکھایئے۔

"اب میں آپ کے سامنے دعوت خطاب دینے جا رہا ہوں ہمارے ملک کے مایہ ناز، قابل ترین، انتہائی شفیق اور مہربان ڈاکٹر، محترم جناب ڈاکٹر انیق تابانی صاحب کو کہ وہ آئیں اور اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔ محترم جناب ڈاکٹر انیق تابانی صاحب!"

.......☆.......

قابلِ رشک عمل

مفتی محمد معاویہ اسماعیل۔ مخدوم پور

اسٹار میڈیکل کالج کے ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کے آخری سال کے طلبہ کی الوداعی تقریب عروج پر تھی۔ باری باری سب مقررین اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر کے جا رہے تھے، اس دوران میں کچھ طلبہ کو بھی اپنی کارکردگی دکھانے کا موقع دیا گیا تھا۔ اسٹیج سیکریٹری ایک مہمان کے بعد ایک مہمان کو دعوت سخن دیتا جا رہا تھا کہ اچانک کالج کے پرنسپل صاحب خود اِسٹیج پر نمودار ہوئے اور خطاب کرنے والے مقرر کے بعد خود ہی اسٹیج سیکریٹری کی جگہ لیتے ہوئے سامعین سے ہم کلام ہوئے۔ بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ پرنسپل صاحب خود کسی کو دعوت دیتے، اسٹیج سیکریٹری ہی سب کو دعوت دیتا تھا، مگر کبھی کبھی کوئی بہت ہی خاص مہمان ہوتا تو پرنسپل صاحب انھیں دعوت دینے کے لیے خود ہی تشریف لاتے اور اَب بھی ایسا ہی ہوا تھا، لگتا تھا کہ کسی خاص شخصیت کو دعوتِ خطاب دینا چاہتے ہیں، اسی دوران میں مائیک پر پرنسپل صاحب کی آواز گونجی:

"اب میں آپ کے سامنے دعوتِ خطاب دینے جا رہا ہوں ہمارے ملک کے مایہ ناز، قابل ترین، انتہائی شفیق اور مہربان ڈاکٹر، محترم جناب ڈاکٹر انیق تابانی صاحب کو کہ وہ آئیں اور اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔ محترم جناب ڈاکٹر انیق تابانی صاحب!"

اس اعلان کے ساتھ ہی ایک درمیانے قد اور دَرمیانی جسامت کا حامل شخص اٹھ کر نپے تلے قدموں کے ساتھ ڈائس کی طرف بڑھ گیا۔ مختصر خطبے کے بعد وہ سامعین سے یوں گویا ہوئے:

"عزیز طلبہ! آج میں آپ کے سامنے کوئی تقریر نہیں کروں گا، بل کہ اپنی آپ بیتی سنانا چاہوں گا اور اپنی زندگی کے وہ تجربات بتانا چاہوں گا جن سے میں خود گزرا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ میری آپ بیتی سے کسی کو فائدہ ہو، بل کہ ضرور ہوگا۔

جیسا کہ آپ نے پرنسپل صاحب کی زبانی سنا، میرا نام انیق ہے، انیق تابانی۔ پیشے کے لحاظ سے میں طب کے شعبے سے ہی وابستہ ہوں اور آپ بھی چوں کہ اسی شعبے سے وابستہ ہیں تو میری کارگزاری آپ کے لیے کافی کارآمد ثابت ہوگی، ان شاء اللہ!

میں ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوا جو دُنیا جہان کی ہر نعمت سے مالا مال تھا۔ کوئی نعمت ایسی نہ تھی جو ہمارے گھر میں موجود نہ ہو۔ ہر چیز تھی اور فراوانی کے ساتھ تھی۔ وہ محاورہ ہے نا کہ ''سونے کا چمچ منہ میں لے کر پیدا ہونا'' تو میری مثال بھی کچھ ایسی ہی تھی کہ گویا کہ میں سونے کا چمچ منہ میں لے کر پیدا ہوا تھا۔ میرے والد صاحب ایک بہت بڑے اور کام یاب کاروباری شخص تھے۔ ان کا کاروبار بہت عروج پر تھا۔

پتا ہی نہ چلا کہ میری عمر پڑھنے کی ہوگئی تو معمول کے مطابق میرے والدین نے مجھے مہنگے ترین اسکول میں داخل کر دیا۔ اس وقت میری عمر یہی کوئی چار سال ہوگی۔ چند سال ایسے ہی بیت گئے۔ میں نے پانچویں جماعت پاس کر لی اور چھٹی جماعت میں چلا گیا۔ میں ذہن کے لحاظ سے کافی مضبوط تھا، پڑھائی بھی اچھی تھی اور گھر کا ماحول بھی ایسا ہی تھا، جس کی وجہ سے میں پڑھائی میں ممتاز تھا۔ میرے والد صاحب کی میرے بارے میں شروع سے تمنا تھی کہ وہ مجھے ڈاکٹر بنائیں گے۔ وہ مجھے کہا کرتے تھے کہ بیٹا! دولت کی ہمیں کمی نہیں، میں یہ چاہتا ہوں کہ تم ڈاکٹر بن جاؤ اور مخلوق کی دل و جان سے خدمت کرو۔ میرا بھی ذہن بن گیا تھا کہ میں ڈاکٹر بنوں گا۔

خیر، وقت ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا اور وقت کے بدلنے کا پتا بھی نہیں چلتا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ میرے بابا کاروباری دورے کے لیے بیرون ملک گئے تو اُن کے جو کاروباری شریک تھے، انھوں نے میرے والد کی عدم موجودگی میں دو، تین بینکوں سے چند ماہ کے لیے کئی کروڑ روپے قرض لے لیا۔ کمپنی کی شہرت کی وجہ سے بینکوں نے بھی قرض دینے میں کوئی لیت ولعل نہ کی اور قرض دے دیا۔ وہ کاروباری شریک قرض کی ساری رقم لے کر فرار ہوگیا۔ والد صاحب آئے تو اُن کے آتے ہی بینکوں کی طرف سے چٹھی آ گئی کہ آپ کے پاس اتنا قرض ہے، اگر آپ کو مزید کی بھی ضرورت ہو تو آپ بتا سکتے ہیں۔

بابا نے یہ چٹھی دیکھی تو حیران رہ گئے کہ کون سا قرض اور کیسا قرض؟ چھان بین کی تو پتا چلا کہ وہ شریک کئی کروڑ روپے کمپنی کے نام پر لے کر کہیں فرار ہو چکا ہے۔ بابا تو ایک دم ہل کر رہ گئے۔ قرض کی تفصیل سامنے آئی تو اُسے ادا کرنے کے لیے اتنا سرمایہ ہی نہ تھا۔

بہر حال، بابا وہ قرض جب نہ بھر سکے اور اَدا کیا جانا ممکن ہی نہ تھا، وہ کئی کروڑ روپے قرض تھا تو بینکوں نے کچھ مہلت تو دِی، مگر کب تک؟ آخر اُنھوں نے کمپنی پر قبضہ کر لیا، حتیٰ کہ جب اس سے بھی قرض پورا نہ ہوا تو ہمیں اپنا ذاتی گھر بھی بیچنا پڑ گیا۔ ایک دم ہم ایک بہت بڑی ذاتی کوٹھی سے کرائے کے چند کمروں کے گھر میں آنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی اور آناً فاناً ہوا کہ بابا کی کچھ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا، جس کی وجہ سے وہ ذہنی طور پر بہت پریشان ہو گئے۔

سلام ہے ہماری ماں کو کہ انھوں نے اس موقع پر ہمارے بابا کو بہت حوصلہ دیا۔ ہم صرف دو ہی بہن بھائی تھے۔ ہمیں بھی اسکول سے ہٹا لیا گیا اور سرکاری اسکول میں داخل کروا دیا گیا۔ وہ لمحہ میرے لیے بہت تکلیف دہ تھا اور اِس اعتبار سے اور بھی زیادہ تکلیف دہ تھا کہ جب بھی میں اسکول جاتا میرے ساتھی اور دِیگر طلبہ عجیب عجیب نظروں سے میری طرف دیکھتے اور آپس میں چہ میگوئیاں کرتے۔ ایک وقت تھا جب میں صبح الگ جوڑا پہنتا تھا تو شام کو الگ اور اَب یہ وقت آ گیا تھا کہ میرے کپڑے میلے ہوتے تھے، کئی کئی دن تک انھیں دھونے کے لیے صابن کے پیسے نہیں ہوتے تھے۔ طلبہ کی چہ میگوئیاں یقیناً میرے بارے میں ہوں گی۔ کئی مجھ پر ترس کھاتے ہوں گے اور کئی مذاق اڑاتے ہوں گے اور میں اندر ہی اندر بہت بار ٹوٹتا اور جڑتا تھا۔ پتا نہیں میرے اندر اِتنی ہمت کیسے پیدا ہوگئی تھی، میں نے تو زِندگی میں کبھی اتنے دکھ دیکھے ہی نہ تھے۔ میری زندگی تھی ہی کتنی، چند سال کا تو تھا میں۔ وہ سچ کہتے ہیں کہ جب حالات آتے ہیں تو اُن کا سامنا کرنے کی ہمت اور حوصلہ خود ہی پیدا ہو جاتا ہے۔

بہر حال، میں نے طنز کے بول سنے اور طنزیہ نظریں سہیں، مگر اِسکول نہ چھوڑا، تاکہ میرے ماں باپ کا مزید دِل نہ دکھے، لیکن جب میری آٹھویں میں پہلی پوزیشن آئی تو اِسکول میں میری حیثیت پہلے سے بہتر ہوگئی۔ ان دنوں آٹھویں پاس کرنے

والوں کا ایک وظیفے کا امتحان ہوتا تھا، جس کے بعد دسویں تک وظیفہ ملتا تھا۔ میں نے وہ امتحان دیا اور میرا کچھ وظیفہ لگ گیا۔

میری صورتِ حال یہ تھی کہ میرے پاس کاپی پنسل کے لیے پیسے نہیں ہوتے تھے۔ میری محنت، شوق اور حالات کو دیکھ کر وقتاً فوقتاً کچھ اساتذہ کسی نہ کسی بہانے میرا تعاون کرنے لگ گئے۔ مجھے بھی پتا تھا کہ وہ مجھ پر ترس کھا کر مجھے دیتے ہیں۔ خدا کی قسم! وہ پیسے لیتے ہوئے دل خون کے آنسو روتا تھا۔ ایک وقت تھا، میں روزانہ دس روپے خرچ کر دیتا تھا اور اَب ایک یہ وقت کہ مجھے ایک پیسے، دو پیسے کبھی کبھی کسی کی طرف سے مل جاتے تھے۔

کئی مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ میرے پاس کاپی نہیں ہوتی تھی جائزہ دینے کے لیے تو چھٹی کے بعد میں اسکول کی مختلف جماعتوں میں جا کر کاغذ اِکھٹے کرتا تھا۔ ان میں سے جو حصہ لکھا ہوا نہیں ہوتا تھا اسے میں الگ کر لیتا تھا۔ جس دن مجھے پانچ سات کاغذ مل جاتے میں بہت خوش ہوتا تھا کہ چلو، شکر ہے، کل کے جائزے کے لیے کاغذ کا انتظام ہو گیا۔

ایسا پتا نہیں کب تک چلتا رہتا کہ ایک دن مجھے اسکول کے چوکی دار نے ایسے ہی کاغذ اُٹھاتے ہوئے دیکھ لیا۔ اس کے پوچھنے پر میں نے اسے ساری بات بتا دی۔ آج بھی مجھے یاد ہے کہ میری بات سن کر اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اسی وقت اس نے مجھے جیب سے چار آنے کا ایک سکہ نکال کر دیا اور کہا:

''بیٹا! آج میرے پاس یہی بچے ہیں، تم اس سے کاپی لے لو۔ اس مہینے جب مجھے تنخواہ ملے گی نا تو میں تمھیں ہر ماہ اتنے پیسے دے دوں گا جس سے تمھاری کم از کم کاپی آ جایا کرے گی۔''

اس کے بعد وہ دسویں تک میرے ساتھ اسی طرح تعاون کرتا رہا، پھر میں وہاں سے کالج چلا گیا۔ کالج جا کر پھر اِخراجات سر اُٹھا کر کھڑے ہو گئے۔ اب میں اور زِیادہ پریشان ہوا تو میں نے ایک جز وَقتی ملازمت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ رات کو میں دیر تک ایک پیٹرول پمپ پر کام کرتا، اس سے جو کچھ پیسے ملتے وہ میں چپکے سے امی کو دے دیتا، جس میں سے وہ کچھ گھر کے اخراجات میں لگا تیں اور کچھ میری پڑھائی کے لیے سنبھال کر رکھ لیتیں۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے، ایک دن میری بہن، جو کہ مجھ سے کافی چھوٹی تھی، اس نے ماں کو کہا: ''ماں! مجھے ڈبل روٹی کھانی ہے۔'' مگر ماں نے اسے سمجھا بجھا کر چپ کروا دیا۔ کچھ دن بعد اُس نے پھر کہا تو میں نے پوچھا:

''ماں! یہ حمنہ کیا کہتی ہے؟''

پہلے تو ماں نے ٹالا، پھر بتایا کہ یہ کافی دن سے ضد کر رہی ہے کہ مجھے ڈبل روٹی کھانی ہے، لیکن میں نے سمجھا دیا ہے، اب یہ ضد نہیں کرے گی۔ وہ لمحہ میرے لیے بہت مشکل تھا۔ یقین کریں، بہت مشکل سے میں نے اپنے آنسو روکے، لیکن میں سوچ میں پڑ گیا کہ اپنی بہن کی چھوٹی سی یہ خواہش کیسے پوری کروں، پھر ایک خیال میرے ذہن میں آیا اور میں خاموشی سے سو گیا۔ میرے پاس دو قلم تھے، ایک نیا تھا اور ایک پرانا، جس کی نب کئی بار تبدیل کروانے کی وجہ سے وہ اب صحیح طرح نہیں چلتا تھا۔ میں نے کچھ دن پیسے جمع کر کے نیا قلم خرید لیا تھا اور پُرانا رکھ دیا تھا کہ شاید کبھی یہ کام آ جائے، بس آج وہ واقعی کام آ گیا۔

اگلے دن میں اسکول گیا تو میں نے احمد سے، جو کہ میرے ساتھ ہی بیٹھتا تھا، آہستہ سے کہا:

''احمد! کیا تم یہ قلم لینا چاہتے ہو؟''

''ہاں، ہاں، بالکل دے دو۔'' اس نے کہا تو وہ قلم میں نے اسے بیچ دیا۔ کتنے کا پتا ہے؟ صرف ایک پیسے کا، حالاں کہ وہ میں نے اڑھائی پیسے کا خریدا تھا، مگر چوں کہ میں اپنی بہن کو ڈبل روٹی لے کر دینا چاہتا تھا، میرے پاس بیچنے کے لیے کوئی اور چیز نہیں تھی اور ڈَبل روٹی بھی ایک پیسے کی ہی ملتی تھی تو میں نے بلا چوں چراں وہ قلم دے کر پیسے لے لیے۔

مجھے آج بھی یاد ہے اور اچھی طرح یاد ہے وہ خوشی جو میں نے اپنی بہن کے چہرے پر اُس وقت دیکھی تھی جب میں اس کے لیے ڈبل روٹی لے کر گیا تھا۔ آج بھی جب میں اسے سوچتا ہوں تو میرے چہرے پر مسکراہٹ پھیل جاتی ہے۔ ان سب مسائل کے

باوجود میں نے پڑھائی نہیں چھوڑی، مشکل سے مشکل حالات کا ہمت کے ساتھ مقابلہ کیا، پھر الحمدللہ! میں ہر اِمتحان میں ممتاز آتا گیا، جس پر ملنے والے انعامات سے میری پڑھائی کا خرچہ نکلتا رہا، پھر میں نے پڑھانا بھی شروع کردیا، جس سے گھر کا بھی گزر بسر ہونے لگا۔

اس وقت مجھے شدید جھٹکا لگا جب میرے والد اَچانک ایک رات سوئے اور پھر سوتے ہی رہ گئے۔ وہ دن بھی میرے لیے کسی پہاڑ سے کم نہ تھے۔ والدہ اور بہن کو سنبھالنا، اپنی پڑھائی کو دیکھنا، سب کچھ بہت ہی مشکل تھا، مگر میں الحمدللہ! پیچھے نہ ہٹا، پھر غم کے دنوں میں سے وہ دن میرے لیے، میری ماں اور بہن کے لیے زندگی بھر کا سب سے خوشی کا دِن تھا جس دن میرا میڈیکل کالج میں داخلہ ہوگیا، پھر تو ہر غم جیسے خود ہی ختم ہوگیا۔ اس کی خوشی اتنی تھی کہ کوئی غم، غم محسوس ہی نہیں ہوتا تھا۔ اب پھر رِشتے داروں نے اپنی رشتے داریاں دکھانی شروع کردیں۔ میرا تو من نہیں کرتا تھا، مگر میری ماں تھی جو مجھے کہتی تھی: بیٹا! ایک بات یاد رکھنا، جنھوں نے دکھ میں ہمیں چھوڑا تھا، اگر وہ دوبارہ تعلق رکھنا چاہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے اور تم کبھی کسی کو طعنے نہیں دینا۔'' یہ میری ماں کی تربیت تھی کہ میں نے سب کو گلے سے لگایا، جو بھی آیا اس سے محبت سے پیش آیا، پھر ایک وقت آیا، میں الحمدللہ! بہترین ڈاکٹر بن گیا۔ ڈاکٹر بنتے ہی بہترین ملازمت مل گئی، پیسے کی ریل پیل ہوگئی تو اُسی وقت میں نے یہ فیصلہ کیا کہ جس طرح میں نے پڑھائی میں مشکلات برداشت کی ہیں، میں کوشش کروں گا کہ کسی اور کو نہ کرنی پڑیں۔

الحمدللہ! چند سال میں ہی میں اپنے ارادے پر کاربند ہونے میں کام یاب ہوگیا۔ اب یہ بات بتانے کی تو نہیں، مگر آپ کو ترغیب دینے کے لیے بتانے میں کوئی حرج نہیں کہ اس وقت الحمدللہ! محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں تقریباً تین سو سے زائد طلبہ کے تعلیمی اخراجات برداشت کررہا ہوں اور آخر میں ایک حیران کن بات بھی آپ کو بتادوں، میرے والد کا جو شریک میرے والد کو کنگال کرکے بھاگ گیا تھا، وہ بھی چند سال پہلے میرے پاس آیا۔ وہ تو مجھ سے

پہچانا ہی نہیں گیا۔ وہ دونوں ٹانگوں سے معذور وہیل چیئر پر میرے پاس آیا۔ میں اپنے کلینک میں تھا۔ وہ آتے ہی میرے پاؤں میں گر گیا۔

''باباجی! یہ کیا کر رہے ہیں؟'' میں نے انھیں اٹھایا کہ شاید کوئی مریض ہے اور غریب ہے۔

''بیٹا! تم نے مجھے پہچانا؟ میں وہ...... وہ تمھارے باپ کا مجرم ہوں جس نے تمھارے باپ کا سب کچھ لوٹا تھا۔'' وہ اپنی کپکپاتی آواز میں کہتا چلا گیا۔

''میں نے سوچا تھا کہ پیسا لے کر باہر چلا جاؤں گا، مگر قدرت کا انتقام میرے پیچھے تھا۔ میں باہر ملک تو بھاگ گیا، مگر چند سال بعد ہی ایک سڑک حادثے میں، میں دونوں ٹانگوں سے معذور ہو گیا۔ معذوری کے کچھ ہی دنوں بعد کچھ لوگوں نے مجھ سے کہا:

''آپ معذور ہیں، آپ پیسے ہمیں دیں، ہم کاروبار کریں گے، آپ کا کاروبار بھی سنبھالیں گے۔''

میں نے اپنی معذوری کے پیش نظر اُن پر اِعتماد کیا اور اُنھیں سارا پیسا دے دیا۔ وہ میری طرح فراڈیے نکلے، میرے پیسے لے کر کہیں فرار ہو گئے۔ ویسے بھی وہ میرے پیسے تھے ہی کہاں؟ بس بیٹا! وہ دن اور آج کا دِن، آج تک میں نے سکون نہیں دیکھا۔ معذوری کی زندگی کے کچھ سال وہیں گزارے، پھر واپس آیا اور آتے ہی میں نے فیصلہ کیا کہ پہلے تم سے معافی مانگوں گا۔ اب دیکھو، میں تمھیں ڈھونڈتا ڈھونڈتا یہاں پہنچ گیا ہوں۔''

یہاں تک کہہ کر وہ چپ ہو گیا اور میری طرف ملتجیانہ نظروں سے دیکھنے لگا، جن میں صرف حسرت ہی حسرت تھی اور ایک میں تھا جو اُس کا منہ تکے جا رہا تھا اور قدرت کے انتقام کو دیکھ رہا۔ مجھے بار بار اپنے والد کی بات یاد آتی تھی، وہ اکثر کہا کرتے تھے:

''بیٹا! پریشان نہ ہو، جس نے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے وہ دنیا میں اس کی سزا ضرور بھگتے گا۔''

اور آج وہ میرے سامنے تھا۔ مجھے اس سے انتقام لینے کی ضرورت ہی نہیں تھی، قدرت نے خود ہی اس سے انتقام لے لیا تھا اور سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ اب بھی وہ میرے ہی پاس رہتا ہے۔

تو بچو! یہ سب کارگزاری آپ کو سنانے کا مقصد یہ ہے کہ آپ میرے ساتھ عہد کریں کہ ڈاکٹر بن کر اِنسانیت کی بے لوث خدمت کریں گے، اپنے ساتھ رہنے والوں پر نظر رکھیں گے، جو مستحق نظر آئے گا اس کی چپکے سے مدد کیا کریں گے۔ آپ سب مجھ سے یہ وعدہ کریں، ان شاء اللہ! یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو وافر مقدار میں رزق عطا فرمائیں گے، کیوں کہ یہ اس کا وعدہ ہے۔

''ان شاء اللہ!'' کہہ کر سب بچوں نے وعدہ کیا اور کئی بچوں کے ہاتھ خود بخود اپنے چہروں کی طرف اٹھ گئے۔ انھیں پتا ہی نہیں چلا تھا کہ کب ان کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسوؤں کے چہروں کو بھگو چکے تھے۔ سب بچے دل ہی دل میں عہد کرتے ہوئے اپنی آنکھوں میں آئے ہوئے آنسو صاف کرنے لگے اور فضا یک دم معطر سی محسوس ہونے لگی۔

بقیہ: انو منو کا دستر خوان

ایک انڈا اپھینٹ کر اِس سموسے کو اُس انڈے میں ڈبکی لگوائیں اور ڈبل روٹی کا چورا لگائیں۔ اس طرح بارہ سموسے کی پٹیوں سے چھے سموسے تیار ہو جائیں گے۔ انھیں تھوڑی دیر کے لیے فریج میں رکھیے اور اِفطار سے پہلے گرما گرم تیل میں تل لیجیے۔ میدہ چاروں طرف اچھی طرح لگانا ہے، تاکہ تلتے وقت سموسے کھل نہ جائیں اور آمیزہ باہر نہ آ جائے۔ اتنی دیر سے مت تلیے گا کہ افطار کے قریب دعا کا وقت ہی نکل جائے۔ افطار کے وقت دعا مانگتا بندہ رب کو بہت ہی پیارا لگتا ہے۔

افطاری میں ٹماٹر کی چٹنی کے ساتھ مزے دار چکور سموسے کھائیے گا۔

دونوں ترکیبیں پسند آئیں تو کیا کرنا ہے؟ اب تو یاد ہو گیا ہو گا، پھر بھی بتا دیتی ہوں، انو منو کو دُعاؤں میں یاد رکھنا ہے۔

اگلے ماہ میٹھی عید کی میٹھی اور آسان ترکیب کے ساتھ پھر حاضر ہوں گی، ان شاء اللہ! تب تک کے لیے اللہ حافظ۔

اردو حروفِ تہجی کے شریف خاندان میں چند حروف ایسے ہوتے ہیں جو اپنے سے پہلے والے حرف سے تو ملتے ہیں، مگر اپنے سے بعد والے حرف سے نہیں ملتے اور اپنی شکل کو ہر حال میں برقرار رکھتے ہیں۔ ان کی کوئی آدھی شکل نہیں ہوتی۔ انھیں شرارتی حروف کہتے ہیں۔

جیسے: ا، د، ڈ، ذ، ر، ڑ، ز، ژ، و

اب مسئلہ یہ ہوا ہے کہ......

ہم نے بچوں کو لکھائی سکھانے کے لیے کچھ جملے بطورِ مشق لکھے تھے، مگر شرارتی حروف نے شرارت کی اور یہاں سے نکل بھاگے۔ آپ انھیں تلاش کرنے میں مدد کیجیے۔

جملے:

۱ علی نے جنگل میں مو......دیکھا۔

۲ اسد اور دَا......دفٹ بال کھیل رہے تھے۔

۳ گزشتہ ماہ میری کہانی ماہ نامہ......وق وشوق میں شائع ہوئی۔

۴ خاو......نے......اکیے کو لفافہ دیا۔

۵ چیتا بہت پھرتیلا جانو......ہے۔

۶ قندھار کے......نار بہت خوش ذائقہ ہوتے ہیں۔

۷ پہا......اور گلہری علامہ اقبال کی مشہور نظم ہے۔

۸ کل مری میں......الہ باری ہوئی۔

۹ ......رافے کی گردن تمام جانوروں میں سب سے لمبی ہوتی ہے۔

۱۰ ......روازے کو آہستہ سے کھولنا اور بند کرنا چاہیے۔

پھر کیا ہوا؟ ۱۵

نیا دوست

نذیر انبالوی۔ لاہور

حارث منہ لٹکائے اداس سا اپنے کمرے میں بیٹھا تھا۔ حمزہ اور حمنہ نے اداسی کی وجہ پوچھی، لیکن وہ خاموش ہی رہا۔ دونوں نے فیصلہ کیا کہ وہ دادی جان کو حارث کی اس کیفیت کے بارے میں بتائیں گے۔ دادی جان، ڈاکٹرنی کے پاس گئی ہوئی تھیں۔ جب دادی جان آئیں تو دونوں جھٹ ان کے پاس چلے گئے۔ سلام کے بعد دادی جان نے پوچھا:

''حارث کہاں ہے؟''

''حارث بھیا اس وقت اپنے کمرے میں ہیں، وہ بہت اداس ہیں۔''

''حارث کیوں اداس ہے؟'' دادی جان، حارث کی اداسی کا سُن کر پریشان ہوگئیں۔

''ہم نے حارث بھیا سے یہ معلوم کرنا بھی چاہا کہ وہ اداس کیوں ہیں، مگر وہ کچھ بتا ہی نہیں رہے۔''

''اچھا تو یہ بات ہے، آؤ مل کر حارث بیٹے کے پاس چلتے ہیں۔'' دادی جان بولیں۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں دادی جان کے ساتھ حارث کے کمرے میں موجود تھے۔

''میرے بچے! کیا ہوا ہے؟'' دادی جان نے حارث کے بال سہلاتے ہوئے پوچھا۔

''وہ......دادی جان......!'' اتنا کہہ کر حارث رونے لگا۔

''میرے لعل! کیوں رو رہے ہو۔ بتاؤ، ہوا کیا ہے؟'' دادی جان، حارث کو روتا دیکھ کر پریشان ہوگئیں۔

''وہ دادی جان! میرا دوست معین......'' اس مرتبہ بھی حارث اپنا جملہ مکمل نہ کر سکا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

''کیا ہوا ہے معین کو؟'' دادی جان کے بولنے سے پہلے حمزہ بولا۔

''اس نے اسکول چھوڑ دیا ہے، آج وہ آخری دن اسکول آیا تھا۔''

''معین نے اسکول چھوڑ دیا ہے، مگر کیوں!؟'' دادی جان نے حارث کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

''معین کا گھر والے دُوسرے شہر جارہے ہیں، میں اب اکیلا اسکول میں کیا کروں گا، میں اس کے بغیر اسکول میں کس طرح رہوں گا۔''

حارث کو تو اپنے آنسوؤں پر جیسے قابو ہی نہیں رہا تھا۔ وہ زاروقطار روئے چلا جارہا تھا۔

''اچھا تو یہ بات ہے، آج رات کو میں ایسی ہی ایک کہانی سناؤں گی، جس میں ایک لڑکا تمھاری طرح ہی اداس تھا۔ وہ بھی اپنے دوست کے بچھڑ جانے کے باعث اداس بھی تھا اور پریشان بھی۔'' دادی جان بولیں۔

''ہم یہ کہانی سننے کے لیے آپ کے پاس آئیں گے۔'' حمنہ

بولی۔

دادی جان حارث کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں:

''بس اب رونا بند کرو، اچھے بچے روتے ہوئے اچھے نہیں لگتے۔''

یہ سن کر حارث نے آنسو پونچھ لیے۔

رات کو تینوں دادی جان کے کمرے میں موجود تھے۔ رونے کے باعث حارث کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ دادی جان نے حارث کی طرف دیکھ کر کہانی کا آغاز کیا:

''کہانی کچھ یوں ہے کہ آفتاب اور بلال ایک ہی اسکول میں پڑھتے تھے۔ دونوں کی دوستی جماعت دوم سے ہوئی تھی۔ دونوں مل کر پڑھتے اور کھیلتے تھے۔ دونوں کے گھر بھی قریب ہی تھے، اس لیے وہ شام کے وقت کھیلنے کے لیے قریبی میدان میں بھی جاتے تھے۔ جب وہ جماعت ششم میں پہنچے تو ایک دن آفتاب نے بلال کو بتایا کہ وہ لوگ دوسرے شہر جا رہے ہیں۔''

''دوسرے شہر، مگر کیوں!؟'' بلال نے پوچھا۔

''اس لیے کہ میرے ابو جان کا تبادلہ دوسرے شہر ہو گیا ہے، ہم پندرہ دن بعد یہاں سے چلے جائیں گے۔'' آفتاب کی بات سن کر بلال پریشان ہو گیا۔

''ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم یہیں رک جاؤ۔'' بلال چاہتا تھا کہ آفتاب دوسرے شہر نہ جائے۔

''ایسا نہیں ہو سکتا، میں بھلا یہاں کیسے رہ سکتا ہوں۔'' آفتاب بولا۔

''تم ہمارے میں گھر رہو، میں امی ابو سے بات کرلوں گا، ہم دونوں مل کر رہیں گے۔'' بلال کی بات سن کر آفتاب نے کہا:

''ایسا ہونا ممکن نہیں، مجھے اپنے والدین کے ساتھ دوسرے شہر جانا پڑے گا۔''

پھر وہ دن بھی آ گیا جب آفتاب اپنے دوست بلال سے آخری مرتبہ مل کر دُوسرے شہر چلا گیا۔'' دادی جان اتنا کہہ کر چند لمحوں کے لیے خاموش ہوئیں تو حمزہ بولا:

''پھر کیا ہوا دادی جان!؟''

''اپنے دوست کے جانے کے بعد بلال خوب رویا، نہ وہ ڈھنگ سے سویا اور نہ اس نے کھانا کھایا، وہ تو ہر لمحہ اپنے دوست کو ہی یاد کرتا رہتا، والدین اور اساتذہ کے سمجھانے کے باوجود وہ کچھ بھی تو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ وہ ہر وقت خاموش رہتا۔ اب تو وہ اسکول میں بھی گم صم رہنے لگا تھا، جس کے باعث اس کی پڑھائی متاثر ہونے لگی۔ اسی دوران میں اس کا ششماہی کا امتحان ہوا۔ چوں کہ بلال اپنی پڑھائی سے غافل تھا، اس لیے اس کے امتحان میں اچھے نمبر نہیں آئے۔ بلال کو پہلے ہی اندازہ تھا کہ اس کے اچھے نمبر نہیں آئیں گے۔ اس کی بُری کارکردگی سے والدین اور اَساتذہ بھی پریشان تھے۔ وہ ہر روز آفتاب کو فون کرتا اور اُسے یہی کہتا کہ وہ جلد اَز جلد واپس آ جائے۔ پریشان تو آفتاب بھی تھا، مگر وہ اس پریشانی میں پڑھائی سے غافل نہیں ہوا تھا۔ بلال جب بھی اسے فون کرتا آفتاب اسے یہی کہتا کہ جماعت میں نئے دوست بناؤ۔ میں بھی تم سے رابطہ رکھوں گا، مگر اِس کے باوجود تم اپنی جماعت کے ساتھیوں میں سے کسی کے ساتھ دوستی کرلو۔ آفتاب کی بات سن کر بلال یہی کہتا کہ وہ ایسا ہی کرے گا، مگر وہ ایسا نہیں کرتا تھا۔''

کہانی سناتے ہوئے دادی جان نے حارث کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں نمی سی تھی۔ وہاں موجود سبھی جانتے تھے کہ حارث کی کیفیت بھی بلال جیسی ہے۔

''پھر کیا ہوا دادی جان!؟'' حمنہ بولی۔

''وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بلال کی حالت خراب ہوتی گئی۔ وہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگا۔ اس کی بگڑتی حالت دیکھ کر اَمی ابو پریشان ہو گئے۔ اس کے ابو کے ایک دوست ڈاکٹر راحیل بچوں کے ماہر نفسیات تھے۔

ایک شام وہ بلال کو اپنے دوست کے پاس لے گئے۔ ڈاکٹر راحیل نے ساری بات جان کر کہا:

''زندگی کے سفر میں بہت سے لوگ ملتے ہیں اور بچھڑ جاتے

ہیں۔ شروع میں ایسا ہی لگتا ہے کہ بچھڑنے والے لوگوں کے بغیر زندگی گزارنا ممکن نہیں ہوگی۔ ہاں، شروع شروع میں ایسا ہی لگتا ہے، مگر وقت گزرنے کے ساتھ نئے لوگوں کے ملنے کے باعث پرانے لوگوں، دوستوں کی یاد مدہم پڑنا شروع ہو جاتی ہے۔ نئے دوست بناؤ، میں یہ نہیں کہتا کہ آفتاب کو بھول جاؤ، البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ اس سے رابطہ رکھو، اپنے دل کی بات اس سے کرو اور اِس کے ساتھ اپنی پڑھائی پر پہلے کی طرح توجہ دو۔''

بلال توجہ سے باتیں سنتا رہا۔ جب وہ گھر آیا تو اُداسی بدستور اُس کے ساتھ تھی۔ وہ ہر لمحہ آفتاب کو یاد کر رہا تھا۔ وہ اسکول جاتا تو اُسے وہاں کی ہر چیز کاٹ کھانے کو دوڑتی۔ وہ جماعت میں ہوتے ہوئے بھی جماعت میں نہیں ہوتا تھا۔ پھر ایسا ہوا کہ......'' اتنا کہہ کر دادی جان نے بچوں کو دیکھا، سبھی توجہ سے کہانی سن رہے تھے۔

''پھر کیا ہوا دادی جان!؟'' آخر حارث بھی بول اٹھا۔

''ہوا کچھ یوں کہ سالانہ امتحان میں بلال کام یاب نہ ہوسکا۔ اس کی ناکامی کا علم آفتاب کو ہوا تو اُس نے اپنے دوست سے رابطہ کیا:

''مجھے تمھاری ناکامی کا سُن کر بہت افسوس ہوا ہے، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اس طرح ناکام ہوگے۔''

''ایسا تمھاری وجہ سے ہوا ہے۔'' بلال نے آفتاب کی بات درمیان سے اُچک لی تھی۔

''میری وجہ سے!؟'' آفتاب نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں، تمھاری وجہ سے۔'' پھر بلال بولتا چلا گیا۔

معلوم ہوا کہ آفتاب نے پہلے کی طرح اچھے نمبروں سے سالانہ امتحان پاس کیا ہے۔

''تم شاید مجھے بھول گئے ہو، لیکن میں تو تمھیں نہیں بھولا۔'' بلال نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

''میں بھی تمھیں نہیں بھولا، فرق اتنا ہے کہ میں اپنی پڑھائی کو بھی نہیں بھولا۔ میں نئے شہر میں آ کر چند دِن تو پریشان رہا، مگر پھر میرا ایک نیا دوست بن گیا، اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ تم میرے دوست نہیں رہے، تم اب بھی میرے دوست ہو، میرے دوست تھے اور میرے دوست رہو گے۔ زندگی کے سفر میں نئے دوست بنتے ہیں اور بچھڑ جاتے ہیں۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی سے دوستی کا رِشتہ ختم ہو گیا ہے۔'' آفتاب اپنی عمر سے بڑی باتیں کر رہا تھا۔

دادی نے حارث کی طرف دیکھا تو وہ فوراً بولا:

''پھر کیا ہوا دادی جان!؟''

''پھر آفتاب نے بلال کو سمجھایا کہ نئے دوست بناؤ اور اپنی پڑھائی پر توجہ دو، جو ہوا اُسے بھول جاؤ۔''

آفتاب کی بات سن کر بلال بولا:

''میں کوشش کروں گا کہ اپنی پڑھائی سے غافل نہ ہوں اور نئے دوست بناؤں۔ اور ہاں، وعدہ کرو، مجھے بھول نہ جانا۔''

''ایسا ہو ہی نہیں سکتا، میں تمھارا پکا اور سچا دوست ہوں۔'' آفتاب بولا۔

اس کے بعد بلال نے اپنی توجہ پڑھائی پر مرکوز کی اور اپنی ناکامی کو کام یابی میں بدل لیا۔ اور ہاں، اس کا ایک نیا دوست قاسم بھی بن گیا تھا۔''

''میں بھی بلال کی طرح کروں گا، میں بھی نئے دوست بناؤں گا۔'' کہانی سُن کر حارث نے اپنے عزم کا اظہار کیا۔

''شاباش! میرے بچے! شاباش!'' دادی جان نے محبت بھری نظروں سے حارث کو دیکھتے ہوئے کہا۔

کچھ دیر بعد تینوں سونے کے لیے اپنے اپنے کمروں کی طرف بڑھ گئے۔ دادی جان بہت خوش تھیں۔ انھوں نے جس مقصد کے لیے کہانی سنائی تھی وہ مقصد پورا ہو گیا تھا۔

(یہ جاننے کے لیے پڑھیے، اگلے شمارے میں، ایک نئی دل چسپ کہانی، دادی جان کی زبانی)

☆ پہلا دوست: ''دولت اور محنت میں کیا فرق ہے؟''
دوسرا دوست: ''جو رقم دوسروں کو قرض دی جائے اسے دولت کہتے ہیں اور پھر اُسے واپس لینے کے لیے جو تگ و دو کی جائے، اسے محنت کہتے ہیں۔''

☆ سپاہی (موٹر سائیکل سوار سے): ''رُک جاؤ، تمھاری موٹر سائیکل میں بتی نہیں ہے۔''
موٹر سائیکل سوار (چیختے ہوئے): ''رُک نہیں سکتا جناب! اس میں بریک بھی نہیں ہے۔''
(مریم شجاعت۔ کراچی)

☆ دکان کا مالک (اپنے نئے ملازم سے): ''تمھیں ہمارے منشی نے کام سمجھا دیا ہے نا!؟''
نیا ملازم: ''جی ہاں، انھوں نے مجھے سمجھا دیا ہے کہ جب میں آپ کو دُکان کی طرف آتا دیکھوں تو فوراً انھیں جگا دوں۔''

☆ ایک صاحب کار لے کر سروس اسٹیشن پہنچے۔ کار میں بے شمار ڈینٹ تھے۔ انھوں نے لڑکے سے پوچھا:
''کیا یہاں کاریں دھوئی جاتی ہیں؟''
لڑکا بولا: ''جی ہاں، لیکن صرف دھوئی جاتی ہیں، استری نہیں کی جاتیں۔''

☆ ایک بچے کی امی غسل خانے کی صفائی کے لیے سرخ رنگ کا تیزاب لائیں اور غسل خانہ دھونے لگیں۔ بچے نے دیکھا اور اپنی امی سے حیرت سے پوچھا:
''یہ آج آپ غسل خانے کو شربت سے کیوں دھو رہی ہیں؟''
(محمد روحان۔ حیدر آباد)

☆ بیٹا: ''امی! مجھے موٹر سائیکل دلوا دیں۔''
امی (مذاق کرتے ہوئے): ''اللہ میاں نے دو پاؤں کس لیے دیے ہیں؟''
بیٹا (معصومانہ انداز سے): ''ایک گیئر تبدیل کرنے کے لیے، دوسرا بریک لگانے کے لیے۔''

☆ انتہائی سخت سردی میں ایک بے وقوف مسلسل پانی بھرے جا رہا تھا۔ ایک صاحب نے پوچھا:
''تم اتنا پانی کیوں بھر رہے ہو؟ آخر اِتنے پانی کا کیا کرو گے؟''
بے وقوف بولا: ''پانی بہت ٹھنڈا ہے، اس لیے جمع کر رہا ہوں، تاکہ گرمیوں میں کام آئے۔''
(محمد عمر۔ رحیم یار خان)

☆ ایک پاگل (دوسرے سے): ''کیا گھاس کھانے سے آنکھوں کی روشنی بڑھتی ہے؟''
دوسرا: ''شاید یہی بات ہے، کیوں کہ میں نے چوپایوں کو کبھی عینک لگائے ہوئے نہیں دیکھا۔''

☆ ایک صاحب شادی میں گئے۔ کھانا زیادہ کھا لیا، حالت بُری ہو گئی اور وہیں لیٹ گئے۔ دوستوں نے کہا:
''آئیں، آپ کو گھر چھوڑ آتے ہیں۔''
''زیادہ کھانے کی وجہ سے مجھ سے چلا نہیں جا رہا۔'' ان صاحب نے کراہتے ہوئے کہا۔
دوست: ''تو آپ کو چورن کھلا دیتے ہیں۔''
وہ صاحب کراہتے ہوئے: ''اگر چورن کی جگہ ہوتی تو دو لقمے اور نہ کھا لیتا۔''
(محمد اسد بیگ۔ لاہور)

صادق کون؟ ۳

نوید اقبال۔ کراچی

''ہاں، ہاں، کہو کیا بات ہے؟'' آمنہ آپی نے اپنائیت بھرے انداز میں کہا تو جواباً نورالامین نے آج شاہ میر کے گھر میں ہونے والا پورا واقعہ کہہ سنایا۔ کچھ دیر دونوں کے درمیان خاموشی کا وقفہ رہا، پھر آمنہ آپی نے اس خاموشی کو توڑا:

''انسان بھی بہت نادان ہے۔ کام یابی، سکون اور عزت کے لیے دولت کے پیچھے بھاگتا ہے، حالاں کہ دولت سارے مسائل کا حل نہیں۔ ضروری نہیں کہ جس کے پاس دولت ہو، وہ پُرسکون بھی ہو۔''

نورالامین نے حیرت سے آمنہ آپی کی طرف دیکھا، وہ کہہ رہی تھیں:

''کسی ماں کا جوان بیٹا مرجائے اور اُسے کوئی دس لاکھ روپے دے دے کہ یہ رکھ لو اور خوش ہوجاؤ تو کیا اُسے خوشی اور دِل کا سکون مل جائے گا؟''

''ہرگز نہیں۔'' نورالامین نے بے ساختہ کہا۔

''یاد رکھو نورالامین! محبت اَن مول ہوتی ہے اور جانتے ہو، اَن مول کا کیا مطلب ہے؟'' آمنہ آپی نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

''جس کی کوئی قیمت ادا نہ کر سکے۔'' نورالامین نے بے ساختہ کہا۔

''بالکل صحیح کہا۔ دیکھو نورالامین! مشورہ امانت ہوتا ہے۔ تم نے مجھ سے اپنا مسئلہ ذکر کر کے مشورہ مانگا ہے۔ اب میری ذمے داری ہے کہ تمھاری صحیح راہ نمائی کروں۔''

''آپی! آپ کہیے، مجھے اس وقت ایک اچھے مشورے کی ہی ضرورت ہے۔''

''شاباش! تو سنو میرے پیارے بھائی! ہم خوش نصیب ہیں کہ ہمیں ہمارے والدین کی بھرپور محبت حاصل ہے۔''

''یہ تو میں مانتا ہوں آپی! لیکن ابو کو ایک بنگلے میں ملازمت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟''

نورالامین کے دل کی بات بالآخر زبان پر آ ہی گئی۔

''تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اس گھر کا چولہا ابو کی تنخواہ سے جلتا ہے۔ فیکٹری کی نوکری چھوٹنے کے بعد اُنھیں کوئی کام تو کرنا تھا نا!''

''جی، لیکن وہ کسی دفتر میں بھی تو ہوسکتا تھا۔''

''نورالامین! ملازمت، تھالی میں رکھ کر نہیں پیش کی جاتی، اچھی اچھی سندوں والے نوکری کے لیے جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں۔ ابو نے بھی اِدھر اُدھر بہت کوشش کی، لیکن کچھ نہ بنا۔ ایسے میں ابو کو اِس کام کی پیش کش ہوئی تو اُنھوں نے ضرورت کے پیش نظر قبول کر لی۔ ویسے ایک بات پوچھوں؟''

''جی آپی! ضرور۔''

''ہمارے ابو ایک بنگلے میں ملازمت کرتے ہیں تو اِس وجہ سے

ہمیں شرمندہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟''

''شرمندہ نہ ہوں تو کیا فخر محسوس کروں کہ میرے ابو، میرے ایک ہم جماعت کے گھر میں ملازم ہیں۔'' نورالامین نے اُلٹا اُنھیں سے سوال کر دیا۔

''ہاں، کیوں نہیں! فخر کرو نورالامین! فخر کرو کہ ہمارے ابو حلال کمار ہے ہیں۔ تم نے سنا نہیں کہ اپنے ہاتھ سے محنت مزدوری کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔ تمھیں شرم اس وقت آتی جب خدانخواستہ ہمارے ابو شاہ میرے کے گھر چوری کرتے یا اور کسی ناجائز ذریعے سے پیسے کماتے، لیکن یہ ابو کی دیانت داری ہی ہے، جس کے سبب بنگلے والے ان کے گرویدہ ہیں۔'' آمنہ آپی جذبات میں آ کر کہتی چلی گئیں۔

''لیکن آپی!......''

''پہلے میری پوری بات سنو۔'' آمنہ آپی نے اسے ٹوکا۔

''ابو اگر ناجائز طریقے استعمال کر کے لاکھوں روپے بھی کما لیں نا! تو شاید ہمیں سہولیات اور آسائشات والی زندگی تو میسر آ جائے گی، لیکن زندگی کا سکون بالکل چھن جائے گا۔ اس دھوکے سے نکلو نورالامین! کہ پیسا، سکون اور عزت کے حصول کا ذریعہ ہے۔'' آمنہ آپی چند لمحوں کے لیے رکیں۔ نورالامین پوری توجہ اور دھیان سے ان کی بات سن رہا تھا۔

''ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا، تم اپنی سوچ بدلو، اسی میں تمھاری بھلائی ہے، اور ہاں، آخر میں ایک اہم بات، تم اپنے اسکول میں نہیں، چاہے پورے پاکستان میں بھی ٹاپ کر لو، لیکن امی، ابو کا حق نہ پہچانو گے تو حقیقت میں نرے جاہل ہی رہو گے۔ خدارا! اپنی ذہانت کا صحیح استعمال کرو، ابو کی عظمت پہچانو اور اُن سے معافی مانگو۔''

آمنہ آپی اپنی بات پوری کر چکیں تو اُنھوں نے دیکھا کہ ندامت کے آنسو نورالامین کے گالوں کو بھگو رہے تھے۔

......☆......

''کیا بات ہے صادق صاحب! آج آپ کچھ پریشان لگ رہے ہیں؟'' رات سونے سے قبل انیسہ خاتون نے صادق صاحب سے پوچھا۔

''نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے، بس تھکاوٹ ہو رہی ہے، اس لیے آج ذرا جلدی سونے لیٹ گیا ہوں۔'' صادق صاحب نے کروٹ لیتے ہوئے انھیں ٹالنا چاہا اور آنکھیں موند کر لیٹ گئے، اگرچہ نیند اُن کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

......☆......

اگلے دن زندگی بظاہر معمول پر آ گئی تھی۔

صادق صاحب البتہ معمول سے پہلے ہی کام پر چلے گئے تھے، پھر اُن کے بعد باری باری بچے بھی روانہ ہو گئے۔

اس شام صادق صاحب نے انیسہ خاتون کو فون کر کے بتا دیا تھا کہ وہ کچھ تاخیر سے آئیں گے، بنگلے میں کچھ مہمان آئے ہوئے ہیں، کام زیادہ ہے اور پھر یہی ہوا، رات تقریباً 9 بجے اُن کی واپسی ہوئی۔

''آپ ہاتھ دھو کر آ جائیں، میں آپ کے لیے کھانا نکالتی ہوں۔'' انیسہ خاتون نے صادق صاحب سے کہا، جو برآمدے میں چارپائی پر کسی سوچ میں گم بیٹھے پاؤں کو جوتوں سے آزاد کر رہے تھے۔

''نہیں، اس کی ضرورت نہیں۔ بنگلے میں دعوت تھی، میں نے وہیں کھا لیا تھا۔ حسن صاحب کا اصرار تھا کہ میں کھانا کھائے بغیر نہ جاؤں۔''

صادق صاحب یہ کہہ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔ انیسہ خاتون کو اُن کے انداز اور رویے سے فکر لاحق ہو گئی تھی، آج انھوں نے بچوں کا بھی نہیں پوچھا تھا، حالاں کہ روز گھر آنے کے بعد وہ لازمی بچوں کا پوچھتے اور اُن کے ساتھ کچھ دیر بیٹھتے بھی تھے۔

وہ سارے کام چھوڑ کر اُن کے پیچھے کمرے میں ہی چلی آئیں۔

''صادق صاحب! آپ کو ایسی کون سی پریشانی لاحق ہو گئی ہے جو آپ مجھے بھی نہیں بتا رہے۔'' انیسہ خاتون نے کمرے میں داخل ہوتے ہی ان سے شکوہ کیا۔

''نہیں انیسہ! ایسی کوئی بات نہیں۔ میں کیوں پریشان ہوں گا۔'' صادق صاحب نے انھیں ٹالنا چاہا۔

''خیر، پریشانی تو آپ کو ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ بتانا نہیں چاہ رہے۔ ایک طرف میں نورالامین کی طرف سے پریشان ہوں، کل سے اب تک گم صم پھر رہا ہے تو دُوسری طرف آپ ہیں کہ کچھ بتانے پر آمادہ ہی نہیں۔ انسان دکھ درد اپنوں سے ہی بانٹتا

ہے۔'' انیسہ خاتون نے خفگی سے کہا۔

''دیکھو، تم اصرار کرتی ہو تو بتا دیتا ہوں، لیکن شرط یہ ہے کہ تم اپنے غصے کو قابو میں رکھنا۔''

پھر صادق صاحب نے انھیں کل ہونے والا واقعہ سنا دیا اور پھر وہی ہوا جس کا اُنھیں ڈر تھا۔ یہ بات سنتے ہی انیسہ خاتون سیخ پا ہو گئیں۔

''صادق صاحب! آج میں اس لڑکے کا دِماغ درست کر کے رہوں گی اور آپ درمیان نہیں آئیے گا۔ غضب خدا کا! باپ کی خون پسینے کی کمائی کو معمولی سمجھتا ہے۔''

انیسہ خاتون طیش میں آ کر اُٹھنے لگیں، اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی تو صادق صاحب نے اشارے سے انھیں چپ ہونے کو کہا، پھر گویا ہوئے: ''کون ہے بیٹا؟ آ جاؤ۔'' اُن کا خیال تھا کہ آمنہ یا جویریہ میں سے کوئی ہوگا، آج وہ صادق صاحب سے ملی جو نہیں تھیں، لیکن دروازہ کھلا تو وہ حیران رہ گئے، آنے والا نورالامین تھا۔

''اچھا ہوا تم خود آ گئے، ورنہ میں تمھاری خبر لینے آنے والی تھی۔'' انیسہ خاتون نے غصے سے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

''آپ لوگ ایک مرتبہ میری بات سن لیں، پھر جو سزا دیں گے مجھے منظور ہوگی۔'' نورالامین نے اپنی آنکھوں میں اُمنڈتے آنسوؤں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

''اب بھی کچھ کہنے کو باقی رہ گیا ہے؟'' انیسہ خاتون کا غصہ کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔

''انیسہ! میرا خیال ہے، ہمیں پہلے اطمینان سے نورالامین کی بات سن لینی چاہیے۔'' صادق صاحب نے انھیں رسانیت سے سمجھاتے ہوئے کہا تو وہ خاموش ہو گئیں۔ نورالامین کی نظریں زمین میں گڑی ہوئی تھیں۔ آمنہ نے جب سے اُسے آئینہ دکھایا تھا وہ صادق صاحب سے نظریں نہیں ملا پا رہا تھا۔

''ابو! مجھے معاف کر دیں۔ میں نے پیسے کی قدر کو تو پہچانا، لیکن آپ کی قدر کو نہ پہچان سکا۔'' اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ اس کی خوب صورت آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

والدین ظاہری طور پر جتنا غصہ کر لیں، لیکن اولاد کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر تڑپ اُٹھتے ہیں۔ صادق صاحب نے بے ساختہ آگے بڑھ کر اُسے گلے سے لگا لیا۔ اُن کے سینے سے لگ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ جب اس کے دل کا غبار ہلکا ہوا تو صادق صاحب نے اُسے اپنے اور انیسہ خاتون کے درمیان بٹھا لیا۔ کچھ دیر پہلے غصہ کرنے والی انیسہ خاتون اب اپنے دوپٹے کے پلو سے اس کے آنسو پونچھ رہی تھیں۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔

''آ جاؤ بھئی۔'' صادق صاحب نے خوش گوار موڈ میں کہا تو آمنہ اور جویریہ اندر داخل ہوئیں۔

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ! واہ بھئی، اکلوتے بیٹے کو بٹھا کر لاڈ ہو رہے ہیں۔'' آمنہ آپی نے صادق صاحب کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''وعلیکم السلام۔ تم لوگ بھی آ جاؤ۔ یہاں کسی کو آنا منع تو نہیں ہے۔'' صادق صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''لیکن ابو جان! یہ زیادتی ہے۔ آج آپ کام سے آنے کے بعد ہم سے ملے بھی نہیں اور اپنے لاڈلے بیٹے کے ساتھ بیٹھ کر باتیں ہو رہی ہیں۔'' جویریہ نے باقاعدہ خفا ہوتے ہوئے کہا۔ جواباً انیسہ خاتون اور صادق صاحب مسکرانے لگے۔ وہ دونوں ہی صادق صاحب سے بہت بے تکلف تھیں۔

''اچھا، اب تم دونوں حسد کرنا اور جلنا چھوڑ دو اور آمنہ! تم جا کر ہم سب کے لیے اچھی سی چائے بنا کر لاؤ۔'' صادق صاحب نے آمنہ کو کہا تو وہ مسکراتے ہوئے چائے بنانے چل دی۔ آج اس کا دِل بے حد خوش تھا، کیوں کہ اس کی سالوں سے مانگی جانے والی دعاؤں نے آج قبولیت کی منزلیں طے کر لی تھیں۔ نورالامین کی حالت دیکھ کر وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی تھی کہ وہ اپنے عظیم والد کی قدر پہچانے، سراب کے پیچھے بھاگنا چھوڑ دے، البتہ اس دعا کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہ تھا۔ وہ تہ دل سے اس مہربان رب کی شکر گزار تھی جس نے اس کی دعا کو قبولیت کا شرف بخشا تھا۔

ختم شد

محمد ایوب اختر۔ لیاقت پور

آیا ہے رمضان مبارک
ہو ماہِ ذی شان مبارک

اللہ کا مہمان ہے آیا
لے کر یہ قرآن ہے آیا

ہر دل کی بس ایک دعا ہے
ہر اک لب پہ ایک صدا ہے

نیکی کی توفیق عطا ہو
روزوں کا یہ فرض ادا ہو

وقت پہ جاگیں ، سحری کھائیں
روزہ رکھیں ، پڑھیں دعائیں

روز و شب ہم کریں عبادت
ذوق شوق سے کریں تلاوت
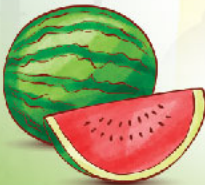
خوب درود و سلام پڑھیں ہم
ورد یہ صبح و شام کریں ہم

پیدل چلنے کے آداب

سعد علی چھیپا۔ کراچی

ہمارے دین نے ہمیں زندگی گزارنے سے متعلق ہر پہلو کے بارے میں اہم اور بنیادی ہدایات دی ہیں ۔ انھیں میں سے ایک اپنے کاموں کے لیے آنا جانا اور پیدل چلنا بھی ہے۔اسی بارے میں کچھ آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے، تاکہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔ذیل میں کچھ آداب ذکر کیے جاتے ہیں۔ہم ان پر عمل کریں، تاکہ ایک دوسرے کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا بھی حاصل کر سکیں۔

١ راستے کے دائیں طرف چلنا چاہیے۔

٢ راستے میں ذکر کرتے ہوئے چلنا چاہیے۔

٣ بچیوں اور خواتین کو راستے کے کنارے پر چلنا چاہیے۔بچوں اور بچیوں کو ایک دوسرے کے درمیان سے نہیں گزرنا چاہیے۔

٤ راستے میں ایک دوسرے کو سلام کرنا چاہیے، لیکن بچے، بچوں کو اور بچیاں، بچیوں کو سلام کریں۔

٥ راستے میں اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے نہیں، بل کہ نظر نیچے رکھتے ہوئے راستے کو دیکھ کر چلنا چاہیے۔

٦ راستے میں اگر کہیں دیکھنے کی ضرورت ہو تو ایک طرف چلتے ہوئے صرف گردن دوسری طرف موڑ کر نہیں دیکھنا چاہیے، بل کہ پورا رُخ موڑ کر دیکھنا چاہیے۔

٧ راستے میں اگر کوئی تکلیف دہ چیز، جیسے پتھر، کیلے کا چھلکا، کوئی کانچ کا ٹکڑا یا کانٹا وغیرہ ہو تو اُسے ہٹا دینا چاہیے۔

٨ راستے میں تھوکنے سے بچنا چاہیے۔اگر ضرورت پیش آجائے تو بائیں طرف یا قدموں کی طرف تھوکنا چاہیے۔

٩ اگر کوئی راستہ پوچھے اور ہمیں راستہ معلوم ہو تو بتا دینا چاہیے۔اگر راستہ معلوم نہ ہو تو کہہ دینا چاہیے کہ مجھے معلوم نہیں، غلط راستہ بالکل نہیں بتانا چاہیے۔

١٠ اگر کوئی راستے میں زیادہ بوجھ لیے جا رہا ہو، آپ کے پاس وقت ہو اور بوجھ اٹھا سکتے ہوں تو مدد کر دینی چاہیے۔

١١ راستے میں اونچی آواز سے باتیں کرتے ہوئے چلنے یا زور سے چیخنے سے بچنا چاہیے۔

١٢ چلتے وقت مضبوطی اور قوت سے چلنا چاہیے۔قدم زمین پر گھسیٹ کر نہیں چلنا چاہیے۔

(ماخوذ اَز: کتاب: اسلامی آداب۔ تالیف: مولانا ارشاد احمد فاروقی)

سچ کا انعام

ام ہانی آصف۔کراچی

''کہہ دوں گا کہ گھر پر مہمان آئے ہوئے تھے، اس وجہ سے ہوم ورک نہیں کیا۔'' حسان نے بہانہ سوچا۔

آج اتوار کا دِن تھا اور وہ صبح ناشتے کے بعد کھیلنے چلا گیا تھا۔ واپس آیا تو بہت تھکا ہوا تھا۔ بستر پر لیٹتے ہی اس کی آنکھ لگ گئی اور اَب شام کے وقت اس کا ہوم ورک کرنے کا دِل نہیں چاہ رہا تھا۔ اس کے دماغ میں اب یہی خیال آیا کہ کوئی بہانہ بنائے، مگر اُس سے کوئی بہانہ نہ بنا اور آخر بنتا بھی کیسے، اس نے کبھی جھوٹ بولا ہی نہیں تھا۔ خیر، پھر رات تو گزر گئی۔ صبح جب وہ اسکول جا رہا تھا تو اُس وقت بھی بہانے ہی سوچ رہا تھا: کہوں گا کہ بہن نے کاپی پر پانی ڈال دیا تھا یا پھر کاپی گھر پر بھول گیا ہوں۔ نہیں نہیں، سب سے زبردست بات یہ بول دوں گا کہ کاپی گم ہوگئی ہے، تاکہ دوبارہ ہوم ورک ہی نہ کرنا پڑے۔

ابھی وہ انھی خیالات میں گم تھا کہ بے اختیار اُس کی نظر ایک دکان پر لگے اشتہار پر پڑی اور پھر اُس نے دل ہی دل میں ایک فیصلہ کیا۔

......☆......

''آج کس کس بچے نے ہوم ورک نہیں کیا؟'' وہ کھڑا ہوجائے۔'' استادصاحب نے کہا۔ آج حسان کے علاوہ پوری جماعت نے ہوم ورک کیا تھا۔ استادصاحب نے اسے اپنے پاس بلا کر پوچھا: ''آج حیرت کی بات یہ ہے کہ آپ نے ہوم ورک نہیں کیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟''

''وہ دراصل میں ک...... کک...... کل......'' حسان ہکلانے لگا۔

''جی بولیں۔'' استادصاحب نے اس کا حوصلہ بڑھایا۔

''وہ کل دراصل میں کھیلنے چلا گیا تھا اور جب میں واپس آیا تو نیند کی وجہ سے آنکھ لگ گئی، جس کی وجہ سے میں نے ہوم ورک نہیں کیا۔'' حسان نے سچ سچ پوری بات بتادی۔

''کتنا بےوقوف ہے یہ؟ جھوٹ بھی تو بول سکتا تھا نا!'' سعد نے کہا۔ خضر کہنے لگا۔ ''اب یہ استاد جی سے مار بھی کھائے گا اور پورا گھنٹا باہر کھڑا بھی رہے گا۔''

''آپ دوسرے بچوں کی طرح جھوٹ بھی تو کہہ سکتے تھے، پھر کیا وجہ ہے کہ آپ نے سچ کہا۔'' استادصاحب نے پوچھا۔

''استاد صاحب میں گھر سے یہی ارادہ کرکے آیا تھا کہ کوئی بہانہ بنالوں گا، مگر......'' حسان بتاتے بتاتے اچانک رُک گیا۔

''مگر کیا؟'' استادصاحب نے پھر پوچھا۔

''مگر راستے میں میری نظر ایک اشتہار پر پڑی اور پھر میرا اِرادہ بدل گیا۔ اس اشتہار پر دو سطریں لکھی ہوئی تھیں:

پہلی سطر: جھوٹ کبھی چھپتا نہیں۔ دوسری سطر: جھوٹ بولنے والے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔

میں اگر جھوٹ بولوں گا تو ایک نہ ایک دن سب کو معلوم ہوگا اور سب مجھے گندا بچہ سمجھیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا تو سب سے بُری بات ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہوگئے تو ہماری دعائیں

نئے لکھاری

کون سنے گا؟

اس وجہ سے میں نے جھوٹ کہنے کا ارادہ ترک کر دیا۔‘‘ اب سعد اور خضر کو اپنی سوچ پر افسوس ہو رہا تھا۔

’’شاباش! ماشاء اللہ! بہت اچھے بیٹے! مجھے آپ سے یہی امید تھی۔‘‘ استاد صاحب نے حسان سے وعدہ کیا کہ وہ اسے تحفہ دیں گے۔

اگلے دن جب استاد صاحب کمرۂ جماعت میں داخل ہوئے تو اُن کے ہاتھ میں خوب صورت سی کتاب تھی۔ انھوں نے کتاب حسان کے ہاتھ میں تھما دی اور کہا:

’’کل کے وعدے کے مطابق یہ آپ کا تحفہ۔‘‘

حسان نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ پوری جماعت احسان پر رَشک کرنے لگی۔

حقیقی دوست

لائبہ عبدالستار۔ میر پور خاص

رات کے دو بج چکے تھے۔ اس کی نیند اپنے رب سے ملاقات کے شوق میں آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ مہمان خانے میں سفید رنگ کا بلب دھیمی روشنی کر رہا تھا۔ سامنے کی کھڑکی گھر کے صحن کا حسین منظر پیش کر رہی تھی۔ کھڑکی کی جالی پر چڑھتی ہوئی پتوں کی بیل اور دُوسری جانب سے تکتی ہوئی چنبیلی کی شاخ اپنے پھولوں سمیت ہوا میں لہلہا کر خوب صورتی میں اضافہ کر رہی تھی۔ دروازے کی اوٹ سے نظر آتے پھول بھی اپنی خوش بو بکھیر رہے تھے۔

دوسری جانب کی کھڑکی کا منظر بھی قابل دید تھا۔ ایک رخ پر بڑا سا نیم کا درخت تھا، جس کا پتا پتا رب کے ذکر میں مشغول تھا۔ پتوں کی سرسراہٹ ماحول کو خوش گوار بنا رہی تھی۔ دوسرے رخ پر نظر آتا سیاہ آسمان تھا، جس پر ہیرے نما ستارے جگ مگا کر اللہ تعالیٰ کے قادرِ مطلق ہونے پر دلالت کر رہے تھے۔ ماربل کے فرش پر خوب صورت قالین بچھا ہوا تھا، جس پر جائے نماز بچھائے امۃ اللہ اپنے رب سے مناجات کرنے میں مصروف تھی۔ مناجات سے فراغت کے بعد اُسے اپنے آس پاس کے ماحول کی خوب صورتی کا اندازہ ہوا۔ سوچا، کیوں نا اسے قلم کی نظر کر دیا جائے۔ یہ رات مجھے بہت زیادہ خوب صورت لگ رہی ہے۔ واقعتاً اللہ تعالیٰ نے کتنی خوب صورت کائنات بنائی ہے۔

خوب صورتی صرف دور دراز کے مناظر میں نہیں، خوب صورت مناظر صرف مری، ناران، کاغان میں نہیں، ترکی، دبئی و رمصر میں نہیں، بل کہ آپ جہاں بھی ہیں آپ کے اردگرد کے ماحول میں کوٹ کوٹ کر خوب صورتی بھری ہوئی ہے اور یہ خوب صورتی ادھوری ہوتی اگر اِس کے درمیان انسان نہ ہوتا۔ انسان کے لیے تو اِس عالم کو سجایا گیا۔ ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والے رب نے تمام دنیا کی اشیا انسان کے لیے بنائیں، مگر یہ دنیا ہماری منزل نہیں ہے۔ اس دنیا میں ہمیں ایک مقصد کے لیے بھیجا گیا ہے، لہٰذا اُسی کی تیاری میں مصروف رہنا چاہیے۔

اس رب کائنات کا ہر حال میں شکر اَدا کیجیے۔ اس کی عبادت فرض سمجھ کر نہیں، بل کہ یہ سمجھ کر کیجیے کہ وہ لائق عبادت ہے۔ اس سے ڈر کر نہیں، بل کہ اس کی محبت میں غرق ہو کر عبادت کیجیے۔ اس کے عشق میں فنا ہو کر اُس سے محبت کا اظہار کیجیے، رات کے سناٹے میں اسے حالِ دل سنائیے۔ یہ آپ کو آپ کے رب کے قریب کرے گا۔ ایسے ماحول میں خلوت میں، اپنے رب سے اظہارِ محبت کرنے کا اپنا ہی مزہ ہے۔ خصوصاً جب ہمارا رب ہمارا منتظر بھی ہو، آسمان دنیا پر اپنے بندے کا انتظار کرتا ہو، ایسے وقت میں ضرور اپنے رب کی بارگاہ میں حاضری دیجیے، اس سے راز و نیاز کیجیے۔ کر کے تو دیکھیے، اس رب کو بہت قریب پائیں گے اور رُوحانی سکون محسوس کریں گے۔

دعاؤں کا اثر

میمونہ عظیم۔ گھوٹکی

’’فاتح بیٹا! اُٹھ جاؤ، نمازِ مغرب کا وقت ہو گیا ہے، مسجد جاؤ۔‘‘ آمنہ بیگم اپنے سوئے ہوئے بیٹے کو جگانے کے لیے آواز پر آواز دِیے جا رہی تھی۔

’’بس کر دو بیگم! کیوں گھر سر پر اُٹھایا ہوا ہے۔‘‘ وضو سے فارغ ہو کر قطرے ٹپکاتے ہوئے ابراہیم صاحب اچانک برآمد

ہوئے اور آمنہ بیگم کو روکنے لگے۔

''ہمارے بیٹا دین کا پابند نہیں ہو سکا۔ خود کون سی اسے فکر ہوگی، نماز ضائع کر دے گا۔'' آمنہ کی آواز رندھی ہوئی تھی۔

''لو جی آ گیا، پریشان نہ ہو اَب۔'' فاتح کو آتا ہوا دیکھ کر ابراہیم صاحب مسکرا کر گویا ہوئے۔

''امی! سونے بھی نہیں دیتیں۔ سو نہیں تو بھی ڈانٹتی ہیں آپ اور اگر سو جائیں تو پھر اُٹھا دیتی ہیں آپ۔'' فاتح کا معمول کے مطابق نیند سے اٹھ کر آج بھی موڈ خراب تھا۔

''چلو، اب آ جاؤ شاباش نماز کے لیے۔'' ابراہیم صاحب نے اپنے بیٹے کو بازو سے پکڑ کر کہا۔

''ارے، فاتح بیٹا! یہ ٹوپی لیتے جاؤ۔'' آمنہ بیگم دوڑتی ہوئی دروازے پر پہنچی اور فاتح کے سر پر ٹوپی رکھ کر مسکرا دِی اور اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کیا۔

......☆......

فاتح دین دار گھرانے سے تعلق رکھنے والا شوخ مزاج شرارتی بچہ تھا۔ آٹھویں جماعت کا طالب علم جن شرارتوں کا حامل ہوتا ہے فاتح کے اندر وہ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں، مگر دِین دار ماحول کا بھی اثر تھا، جس کے باعث وہ ڈانٹ کھا کر ہی سہی، مگر نماز اور باقی ارکان و فرائض ضرور اَدا کرتا تھا۔ ہاں، البتہ سستی اور کاہلی تو جیسے اس کے مزاج میں تھی، اس لیے تیرہ سال کا ہونے کے باوجود بھی اکثر والدین کو اُسے نماز وغیرہ کی طرف توجہ دلانی پڑتی تھی۔

فاتح، ابراہیم صاحب اور آمنہ بیگم کی اکلوتی اولاد تھا۔ دعاؤں کے نتیجے میں پروان چڑھنے والا فاتح جس طرح اکلوتا تھا اسی طرح لاڈلا بھی، جو اللہ تعالیٰ نے انھیں سات سال بعد عطا کیا تھا۔

آمنہ بیگم کو اپنے بیٹے کی ہر وقت فکر لگی رہتی تھی، وہ اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بندہ بنانے کے لیے طرح طرح کی کوششیں کرتی، دینی تربیت میں بھی کوئی کسر نہ چھوڑی، جس کا اثر ''فاتح'' پر نظر بھی آتا تھا، مگر اپنی چاہت کے مطابق پھر بھی نہ ڈھال سکی۔ بس یہی رونا رو کر ہر وقت اللہ تعالیٰ سے اس کی ہدایت کے لیے دعائیں کرتی رہتی تھی۔

......☆......

''فاتح یار! چلو نا میدان میں کھیلنے چلتے ہیں۔'' عاشر، فاتح کو کھیلنے پر آمادہ کرنے لگا۔

''ہاں یار! چلو چلتے ہیں۔'' فاتح نے عاشر کے ہاتھ کے سہارے کرسی سے اٹھ کر کہا۔

دونوں باتیں کرتے ہوئے میدان کی جانب جا ہی رہے تھے کہ اچانک اذان کی آواز سن کر فاتح رک گیا اور عاشر سے ہاتھ چھڑا لیا۔

''چلو نا فاتح! کیا ہوا؟'' عاشر نے فاتح کو واپس پلٹتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔

دو منٹ کے وقفے کے بعد اَذان کا جواب دے کر فاتح نے عاشر کا ہاتھ پکڑا اور آگے بڑھنے لگے۔

''اچھا بھلا یہ تو بتاؤ، جا کہاں رہے ہیں؟'' عاشر نے پہلا سوال چھوڑ کر اگلا سوال کیا۔

''تم چپ چاپ چلو، روزانہ اپنی بات منواتے ہو، آج میری مانو۔''

فاتح کے منہ سے بس یہی جملہ نکلا اور دونوں چپ چاپ قدم بڑھاتے گئے۔

''یہ راستہ مسجد کی طرف جانے کا ہے تو کیا ہم مسجد جا رہے ہیں؟'' عاشر دُور سے مسجد کا دروازہ دیکھ کر بولا۔

''جی ہاں، آج کے بعد ہم نماز کی پابندی کریں گے اور باجماعت نماز اَدا کریں گے۔'' فاتح نے مسکرا کر کہا۔

''یار! اتنے سنجیدہ اچھے نہیں لگ رہے۔'' عاشر ہنسا اور ہاتھ چھڑا کر وضو خانے کی جانب چل دیا۔

......☆......

''چلو، اب کھیلنے چلتے ہیں، ہر کام اپنے وقت پر اچھا لگتا ہے۔'' فاتح مسجد سے نکلتے ہوئے عاشر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

''مگر یار! تم نے نماز کی پابندی کب سے شروع کی؟'' عاشر کی حیرت بجا تھی۔

''بس نہ جانے کیوں مجھے اب بے عیب سا لگتا ہے کہ وہ کام جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر لازم قرار دِیا ہے وہ کسی کے اصرار پر سَرانجام دوں۔'' فاتح کا اشارہ اپنی والدہ کی جانب تھا۔

''ٹھیک ہے فاتح! میں سمجھ چکا ہوں۔ تم اپنی امی کو تکلیف نہیں دینا

چاہتے۔“

”نہیں یار! امی حق بجانب ہیں، مگر میں یہ کام امی کو رَاضی کرنے کے لیے نہیں کر رہا۔ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور مسلمان ہونے کے ناتے اس کے احکام پورے کر رہا ہوں اور اِس میں میری والدہ کی بھی خوشی ہے۔“ فاتح نے وضاحت دی۔

”ویسے تمھاری باتوں میں بہت تاثیر ہے۔“ عاشر کو شرارت سوجھی۔

”چلو یار!“ فاتح نے عاشر کو گھورا۔

دونوں ہنس پڑے اور میدان کی جانب بڑھ گئے۔

......☆......

”آج میں نے فاتح اور عاشر کو سب سے پہلے مسجد میں دیکھا، دونوں تکبیرِ اولیٰ میں ہی پہنچ چکے تھے، ماشاءاللہ!“ ابراہیم صاحب نے خوش ہو کر آمنہ بیگم کو خوش خبری سنائی۔

”کیا سچ میں وہ......؟“ آمنہ بیگم کی آنکھیں خوشی کے باعث آبدیدہ ہو گئیں۔

”ارے بیگم! اب یہ آنسو کیسے؟ تمھیں تو خوش ہونا چاہیے اور خدا کا شکر اَدا کرنا چاہیے کہ آخر کار تمھاری تربیت رنگ لے آئی۔ میں تقریباً تین دن سے فاتح کو نماز کے لیے خود جاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور ساتھ ہی اس کے دوست عاشر کو دیکھ کر بھی خوشی ہوئی۔ خدا اُنھیں استقامت عطا فرمائے۔“ فاتح کے والد ابراہیم صاحب بھی آج خوش دکھائی دے رہے تھے۔

”آمین، ثم آمین۔“ آمنہ بیگم نے آنسو پونچھ کر کہا۔

”یہ تمھاری ہی دعاؤں اور کوششوں کا ثمر ہے۔“ ابراہیم صاحب نے اپنی بیگم کی محنت کو سراہا اور دونوں شکرانے کے نفل ادا کرنے لگے۔

رافع اور دُوربین

ثوبیہ اللہ رکھا۔ آزاد کشمیر

رافع اسکول سے لوٹا تو عمر ماموں کو دیکھ کر جھوم اٹھا۔ عمر ماموں، جو دبئی سے لوٹے تھے اور رَافع کی فرمائش پر ایک دوربین تحفے میں لائے تھے۔ دوربین ملتے ہی رافع خوشی سے پھولا نہ سمایا۔

رافع کو اِدھر اُدھر گھومنے اور چیزوں کا جائزہ لینے کا بہت شوق تھا۔ وہ ذہین تو تھا، لیکن اس کی ایک عادت ایسی تھی جس سے سب تنگ تھے اور وہ ہر وقت ڈانٹ کھاتا تھا۔ وہ یہ تھی کہ وہ محنت سے جی چراتا تھا۔ اسکول سے گاہے بگاہے اس کی شکایات آتی رہتی تھیں۔ اسکول میں اگر کوئی سرگرمی استاد دیتے کہ جماعت کی شکل میں سب مل جل کر کام کریں تو رَافع نہ خود کام کرتا نہ دوسروں کو کرنے دیتا۔

آج تو اُس کے مزے ہو گئے تھے۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں کے مصداق اب تو وہ ہر وقت دوربین لے کر گھومتا رہتا۔ کبھی آسمان پر اڑتے پرندوں کو دیکھتا تو کبھی دور پہاڑوں کے نظارے کرتا۔ کبھی ڈوبتے سورج کو دیکھ کر لطف اندوز ہوتا تو کبھی اپنے گاؤں کے کھیتوں میں چرتے مویشیوں کو دیکھ کر خوش ہوتا۔

چھٹی کا دِن تھا، اس کے ماموں اور اُس کے ابو نے آموں کے باغ کی سیر کا پروگرام بنایا تھا۔ رافع بھی اپنی دوربین لے کر ساتھ چل پڑا۔ رافع نے جب دیکھا کہ اس کے ماموں اور اَبّو باتوں میں مصروف ہو گئے ہیں تو وہ اکیلا ہی ایک جگہ بیٹھ گیا اور دُوربین کی مدد سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اچانک اس کی نظر ایک درخت پر لگے شہد کی مکھیوں کے چھتے پر پڑی۔ کچھ مکھیاں اِدھر اُدھر اُڑ کر پھولوں کا رَس چوس کر واپس اپنے چھتے کی طرف جا رہی تھیں۔ رافع بغور دیکھنے لگا۔ سب مکھیاں مل کر اور محنت سے کام کر رہی تھیں۔ اسے لگا کہ مکھیوں کا پورا ایک گروہ ہے اور وہ سب ایک ہی کام کرنے میں مشغول ہیں۔ دوربین سے چیزیں دیکھنے کے شوق نے رافع کو ایک اچھا سبق سکھا دیا تھا۔

پیارے بچو! کیا آپ جانتے ہیں کہ رافع نے شہد کی مکھیوں سے کون سا سبق سیکھا؟

جی، محنت سے اور مل جُل کر کام کرنا۔

پھر رافع نے محنت سے پڑھنا شروع کر دیا اور مل جل کر کام بھی خوشی خوشی کرنے لگا۔

البدر البرکہ اسکول کے لکھاری

اللہ دیکھ رہا ہے

نام: فاطمہ سیف الرحمٰن۔ جماعت: ششم۔ سیکشن: د۔
شاخ: ناظم آباد سیکنڈری، البدر البرکہ اسکول

''عافیہ! یہ دیکھو، میرے پاس کتنا خوب صورت قلم ہے؟ یہ میرے ماموں برطانیہ سے لے کر آئے ہیں۔''

''ماشاء اللہ! یہ قلم تو بہت خوب صورت ہے۔'' عافیہ نے مومنہ سے کہا۔

مومنہ اور عافیہ، دونوں بہت اچھی سہیلیاں تھیں۔ دونوں ایک ہی جماعت میں پڑھتی تھیں۔ دونوں کے گھر بھی قریب قریب تھے اور ایک دوسرے کے گھر بھی آنا جانا لگا رہتا تھا۔ آج مومنہ اسکول میں اپنے ماموں کا دیا ہوا قلم عافیہ کو دِکھانے کے لیے لائی تھی اور عافیہ کو مومنہ کا قلم بہت پسند آیا تھا۔ عافیہ کو اُس قلم کی لینے کی بہت خواہش تھی۔

......☆......

''مس! میں پانی پینے جاؤں؟'' مومنہ نے استانی سے پوچھا۔

''جی!'' استانی نے جواب دیا۔

''واہ! واہ! آج موقع مل گیا مجھے۔'' عافیہ نے سوچا۔ ''لیکن مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے، وہ میری بہترین سہیلی ہے۔''

''نہیں عافیہ! تم لے لو۔'' شیطان نے بہکایا اور پھر عافیہ نے قلم لے لیا۔

''عافیہ!''

''ہاں، کیا ہوا مومنہ!؟''

''عافیہ! میرا قیمتی قلم گم ہو گیا ہے۔'' مومنہ روتے ہوئے بولی۔

''اوہ! ڈھونڈو، مل جائے گا، پریشان نہ ہو۔''

......☆......

''عافیہ! یہ کس کا قلم ہے؟''

''وہ امی جان! کسی کا نہیں۔''

''عافیہ! مجھے سچ سچ بتادو کہ یہ قلم کس کا ہے؟ یہ کہیں مومنہ کا قلم تو نہیں، جس کے بارے میں کل تم مجھے بتا رہی تھیں؟'' امی نے کہا۔

''وہ جی...... امی! مومنہ کا ہی قلم ہے۔'' اس نے شرمندگی سے کہا۔

''کل اسے واپس دے دینا اور عافیہ کوئی بھی ایسی حرکت کرنے سے پہلے یہ ضرور سوچنا کہ وہ بندہ تو نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ ضرور دیکھ رہا ہے۔''

''جی امی جان!'' عافیہ نے کہا۔

''مومنہ! مجھے معاف کر دو! میری نیت خراب ہو گئی تھی اور میں نے تمھارا قلم لے لیا تھا۔ معذرت!''

''کوئی بات نہیں عافیہ! تمھیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے اور میں نے تمھیں معاف کر دیا ہے۔''

اور پھر دونوں سہیلیاں خوشی سے گلے لگ گئیں۔

مضبوط ارادہ

نام: زہرا اظہر۔ جماعت: ششم۔ سیکشن: الف۔
شاخ: گلشن سیکنڈری، البدر البرکہ اسکول

ایک چھوٹے سے گاؤں میں ایک لڑکا رہتا تھا، جس کا نام زین تھا۔ زین بہت ذہین اور محنتی تھا، لیکن اس کے گاؤں میں کوئی اسکول نہیں تھا۔ وہ روزانہ اپنے والد کے ساتھ کھیتوں میں کام کرتا اور رَات کو اپنے دادا سے اچھے اچھے قصے سنتا۔

ایک دن زین نے فیصلہ کیا کہ وہ پڑھنا لکھنا سیکھے گا، چاہے اس کے لیے اسے کتنی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ اس نے اپنی بچت سے چند پرانی کتابیں خریدیں۔ وہ کتابیں پڑھنے کی

کوشش کرتا، لیکن مشکل الفاظ اس کی سمجھ میں نہیں آتے تھے۔
زین کے گاؤں کے قریب ایک شہر تھا، جس میں ایک اسکول تھا۔
اب زین روز صبح جلدی اٹھتا، کھیتوں میں کام کرتا ہے اور پھر اِسکول کے باہر جا کر کھڑا ہو جاتا۔ ایک دن اسکول کے استاد نے اسے دیکھا اور پوچھا:
''تم یہاں کیوں آتے ہو؟''
زین نے بتایا:
''وہ پڑھنا چاہتا ہے، لیکن اس کے پاس اسکول جانے کے وسائل نہیں ہیں۔'' استاد نے اس کی لگن دیکھی اور اُسے اسکول میں داخلہ دے دیا۔
زین نے دن رات محنت کی اور جلد ہی اپنے گاؤں کا پہلا لڑکا بن گیا، جو پڑھنا لکھنا جانتا تھا۔ زین نے اپنی تعلیم مکمل کی اور اپنے گاؤں میں ایک چھوٹا سا اسکول کھولا۔ اب وہ نہ صرف خود پڑھ رہا تھا، بل کہ اپنے گاؤں کے دوسرے بچوں کو بھی پڑھا رہا تھا۔ اس کی محنت اور لگن کی وجہ سے دوسرے بچوں کو بھی آگے بڑھنے کا موقع ملا۔
زین کی کہانی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر اِرادے مضبوط ہوں تو مشکل کام بھی آسان ہو جاتا ہے۔

بکھرے موتی:

نام: عشا، فاطمہ۔ جماعت: ہفتم۔ سیکشن: ب۔
شاخ: ناظم آباد سیکنڈری، البدر البرکہ اسکول

☆ فضول باتیں نہ کرنے والا عقل مند ہوتا ہے۔
☆ جو خوش رہنا چاہتا ہے وہ فضول بحث نہ کرے۔
☆ دو چیزیں انسان کی کام یابی کے لیے اہم ہوتی ہیں:
۱۔ محنت اور ۲۔ لگن۔
☆ کم ہمتی، نا کامی کی طرف لے جاتی ہے۔
☆ غرور اور تکبر یقینی نا کامی کا ذریعہ ہیں۔
☆ اللہ تعالیٰ سے دوستی کر کے دیکھیں، کسی اور کی ضرورت نہیں رہے گی۔

جوابات

سوال آدھا، جواب آدھا (۶۴) کے درست جوابات

❶ 2 (سورۂ طٰہٰ اور سورۂ زُمر)۔
❷ شمس العلما مولانا محمد حسین آزاد۔
❸ پشاور۔
❹ ترکمانستان۔
❺ قازقستان اور اُزبکستان۔
❻ جرمنی۔
❼ 100 ڈگری سینٹی گریڈ۔
❽ قرض دینے والا سب سے بڑا دشمن ہوتا ہے۔

تعلیمی کھیل ۱۳ کا درست جواب

① لاہور۔
② مردان۔
③ جیکب آباد۔
④ شکر گڑھ۔
⑤ فیصل آباد۔
⑥ اور ماڑا۔
⑦ گوادر۔
⑧ رحیم یار خان۔
⑨ ڈیرہ غازی خان۔
⑩ ٹیکسلا۔

ذوقِ معلومات (۱۰۷) کا درست جواب

☆ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

بچے مَن کے سچے

ماہم احسن۔ کراچی

چھوٹی سی گڑیا
چھوٹا سا گڈا
دونوں ہیں اچھے
من کے ہیں سچے
اک دن ہوا تھا
دونوں میں جھگڑا
گڈا خفا تھا
گڑیا تھی نالاں
ان کو بٹھایا
اور یہ بتایا
کرنا یوں دنگا
اچھا نہ چنگا
میں نے کہا تو
مجھ کو سنا تو
کچھ دیر سوچا
بالوں کو نوچا
کچھ منہ بنایا
چہرہ سُجایا
پھر کھلکھلائے
باہر کو آئے
بچے ہیں اچھے
مَن کے ہیں سچے

ماشاءاللہ! جنوری ۲۰۲۵ء کا شمارہ موصول ہوا۔ سرورق خوب صورت تھا۔ ''پیغام الٰہی جل جلالہ'' اور ''پیغام نبوی ﷺ'' پڑھنے کے بعد ''علیک سلیک'' سے بہت اچھی ترغیب ملی۔ سلسلہ وار تحریریں ماشاءاللہ! زبردست تھیں۔ نظمیں بھی بہت شان دار تھیں۔ درست جواب دینے والے ناموں میں اپنا نام تلاش کرنے سے نہ مل سکا، افسوس ہوا! اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رسالے کی تیاری میں حصہ لینے والے چھوٹے بڑے ارکان کی کوششوں کو قبول فرمائے اور ذوق و شوق کو کامیابی عطا فرمائے۔

(محمد ارسلان فُل ۔نوشہرو فیروز)

☆ آمین!

نئے سال کا نیا شمارہ بہت عمدہ تحریروں سے مزین تھا۔ آپ کی ''علیک سلیک'' بہت مفید مضمون پر مشتمل تھی۔ حمد ''تُو ربِ جہاں ہے'' بہت خوب صورت الفاظ پر مشتمل تھی۔ ''بکھرے موتی''، ''شکر پارے'' پڑھ کر اصلاح بھی ہوئی اور دِل مسکرایا بھی۔ بڑوں کی ماننے میں خیر ہے، یہ سبق ''بلاعنوان'' نے دیا۔ اپنا خط دیکھ کر خوشی ہوئی۔ دیگر خطوط بھی اچھے تھے۔ ''بلاعنوان'' میں اول انعام نے خوشی دوبالا کردی۔

(حافظ محمد اشرف۔ حاصل پور)

نئے سال کا تازہ شمارہ بہت ہی دل کش اور دِل چسپ تحریروں سے سجا ہوا تھا۔ سرورق دیکھتے ہی دل خوش ہوگیا۔ ''علیک سلیک''، بہت معلوماتی اور غور و فکر پر مبنی تھی۔ حمد ''تُو رب جہاں ہے'' نے روح کو تازگی بخشی۔ ''بکھرے موتی'' اور ''شکر پارے'' پڑھ کر دِل کو سکون ملا اور ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی آئی۔

(محمد حسیب۔ کراچی)

جنوری کا شمارہ ایک خوب صورت تحفہ تھا، جس کی ہر تحریر دِل کو لبھانے والی تھی۔ سرورق اپنی مثال آپ تھا۔ ''علیک سلیک'' پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوا۔ ''بلاعنوان'' نے سمجھایا کہ بڑوں کے تجربات ہی ہماری راہ نمائی کرتے ہیں۔

(اروٰی بنت عمر۔ کراچی)

☆ جی بالکل!

جنوری کا رِسالہ ہاتھ لگتے ہی ختم کردیا۔ اگلے دن سارے کھیل بھی حل کر لیے۔ میں اس رسالے میں پہلی مرتبہ خط لکھ رہی ہوں۔ ایک سوال ہے کہ آپ اشتیاق احمد کے ناول کیوں نہیں شائع کرتے؟ اور برائے مہربانی میرا خط شائع نہ کروا کے میرا دِل ہرگز نہ دُکھایئے گا۔

(ام ہانی۔ کراچی)

☆ یہ لیجیے، ہم آپ کا دل دُکھانے سے بچ گئے۔

یہ شمارہ پڑھ کر ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے علم و اَدب کا ایک حسین تحفہ پیش کر دیا ہو۔ سرورق نہایت خوب صورت اور متاثر کن تھا۔ ''علیک سلیک'' نے سوچ کو ایک نیا زاویہ دیا۔ اللہ تعالیٰ ذوق وشوق کو دِن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

(عامر اعجاز۔ کوہاٹ)

☆ آمین!

بلاعنوان (۲۰۹) شمارہ جنوری ۲۰۲۵ء کے بہترین عنوان ارسال کرنے والے تین قارئین

اول: ''ننھا حسین کیسے بدلا؟'' حمنہ بنت سہیل۔کراچی **دوم:** ''غلطی کا احساس'' حافظہ بریرہ۔کراچی **سوم:** ''احساس'' اریبہ فاطمہ۔کراچی

اچھے عنوانات ارسال کرنے والے دیگر قارئین

کراچی: رابعہ بنت محمد عارف، محمد حمزہ اویس، محمد سہل اویس، بنت محمد الیاس زمان، بریرہ ایاز، سیدہ اسماء ہاشمی، فاطمہ ظہیر، محمد آبدانی، معاذ عمیر، خاشعہ عامر، محمد خضر ذیشان، اروی خرم، بنت جنید، مریم بنت رفاقت، مدیحہ بنت انیس، محمد فوزان، آمنہ حامد، امیمہ بنت محمد عارف، محمد محسن، عافیہ سجاد، عاتکہ نعیم، محمد عمر خان، محمد اسامہ، فاطمہ شاہد، بنت شاہد، صوبیہ ناصر، فاطمہ بنت فیضان، محمد ولی مرزا، ام ہانی، عائشہ بنت محمد حسین۔ **نوشہرو فیروز:** محمد ارسلان فُلک۔ **حاصل پور:** حافظ محمد اشرف۔ **فیصل آباد:** ینال بخاری۔ **لودھراں:** حافظ عمیر طیب۔ **لاہور:** غانیہ فاطمہ۔ **راول پنڈی:** ملک شاہ زیب احمد۔ **اسلام آباد:** محمد عبداللہ۔

تعلیمی کھیل (۱۴) شمارہ جنوری ۲۰۲۵ء کے تین انعام یافتہ قارئین

کراچی: ☆ سکینہ ہاشمی۔ ☆ عائشہ شیراز۔ ☆ محمد ولی مرزا۔

درست جواب ارسال کرنے والے دیگر قارئین

کراچی: محمد حمزہ اویس، محمد سہل اویس، بنت محمد الیاس، ابوبکر صدیق، بریرہ ایاز، اقصیٰ، محمد آبدانی، بنت جنید، خاشعہ عامر، اروی خرم، مدیحہ انیس، معاذ احمد، حافظہ یسیرہ آصف، امیمہ محمد آصف، محمد فوزان، عمیمہ ناصر، عبداللہ خرم، ریحان بن سلطان، سعدیہ بنت سجاد، ماریہ بنت کاشف، سیف اللہ، محمد سعد بن شاہد، محمد ابراہیم خلیل، سیدہ حافظہ عمارہ، امیمہ بنت محمد عارف، محمد مزمل ساگر، حفصہ بابر، اسریٰ شیزہ، معاذ بن عمیر اقبال، اَرَا یوسف، محمد خضر ذیشان، احمد عزیز، محمد غفران افنان، عبدالاحد، ام ہانی، صوبیہ ناصر۔ **حیدرآباد:** محمد شہیر خان۔ **نوشہرو فیروز:** محمد ارسلان فُلک۔ **حاصل پور:** حافظ محمد اشرف۔ **کہروڑ پکا:** دانیال حسن۔ **سرگودھا:** عمارہ عمر فاروق۔ **لودھراں:** حافظ عمیر طیب۔ **لاہور:** احمد عزیز۔ **راول پنڈی:** ملک شاہ زیب احمد۔ **اسلام آباد:** ہاجرہ الیاس۔

سوال آدھا جواب آدھا (۶۳) شمارہ جنوری ۲۰۲۵ء کے تین انعام یافتہ قارئین

کراچی: ☆ محمد خضر ذیشان۔ ☆ محمد سائب۔ **لودھراں:** ☆ محمد عمیر طیب۔

درست جوابات ارسال کرنے والے دیگر قارئین

کراچی: عدینہ ریحان، سیدہ حافظہ فضا، ارقم بن ذیشان، سعدیہ بنت سجاد، خاشعہ عامر، محمد سعد بن شاہد، حافظ حسان احمد، سیدہ اسماء ہاشمی، محمد حمزہ اویس، محمد سہل اویس، سکینہ ہاشمی، محمد آبدانی، حفصہ بابر، محمد غفران افنان، معاذ بن عمیر اقبال، بنت جنید، انزہ بنت وقاص، مدیحہ بنت انیس، ام ہانی، عبداللہ زبیری، احنف بن عاطف۔ **نوشہرو فیروز:** محمد ارسلان فُلک۔ **حاصل پور:** حافظ محمد اشرف۔ **کہروڑ پکا:** دانیال حسن۔ **راول پنڈی:** اقرا نور۔ **اسلام آباد:** ہاجرہ الیاس۔

ذوق معلومات ۱۰۷ شمارہ جنوری ۲۰۲۵ء کے تین انعام یافتہ قارئین

کراچی: ☆ یسیرہ آصف۔ ☆ آمنہ حامد۔ **فیصل آباد:** ینال بخاری۔

درست جواب ارسال کرنے والے دیگر قارئین

کراچی: معاذ بن محمد عمیر اقبال، احمد بن شیزار، محمد حمزہ اویس، محمد سہل اویس، مدیحہ انیس، حافظہ سیدہ اسماء ہاشمی۔ محمد غفران افنان، حفصہ بابر، بنت جنید، حافظہ یسیرہ آصف، محمد خضر ذیشان، رابعہ بنت محمد عارف، سیدہ حافظہ عمارہ، کاشعہ عامر، مسفرہ سلمان، محمد آبدانی، محمد عبدالرحمٰن، ام ہانی، بنت ریحان، سیدہ عاتکہ دانش، محمد ولی مرزا، عدینہ ریحان، فارحہ بنت کاشف، فاطمہ شاہد، محمد ابراہیم خلیل، عائشہ محمد سلیم۔ **حاصل پور:** حافظ محمد اشرف۔ **کہروڑ پکا:** دانیال حسن۔ **سرگودھا:** احمد عمر فاروق۔ **لودھراں:** حافظ عمیر طیب۔ **لاہور:** عبداللہ عزیز۔ **راول پنڈی:** جویریہ زہرا، شفق نور۔ **اسلام آباد:** محمد حسیب الیاس۔ **اٹک:** ابینہ فیصل۔

کوپن برائے
بلاعنوان ۲۱۱

نام: ______ ولدیت: ______

مکمل پتا: ______

فون نمبر: ______

کوپن برائے
ذوقِ معلومات ۱۰۹

نام: ______ ولدیت: ______

مکمل پتا: ______

فون نمبر: ______

کوپن برائے
سوال آدھا جواب آدھا ۶۵

نام: ______ ولدیت: ______

مکمل پتا: ______

فون نمبر: ______

کوپن برائے
تعلیمی کھیل ۱۶

نام: ______ ولدیت: ______

مکمل پتا: ______

فون نمبر: ______

ہدایات: ☆ جوابات ۳۱، مارچ ۲۰۲۵ء تک ہمیں موصول ہوجانے چاہییں...... ☆ ایک کوپن ایک ہی ساتھی کی طرف سے قبول کیا جائے گا......

☆ کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا جس پر اعتراض قابلِ قبول نہیں ہوگا۔ مقررہ تاریخ کے بعد موصول ہونے والے جوابات قرعہ اندازی میں شامل نہیں کیے جائیں گے۔

☆ کوپن کو قلم سے پُر کر کے اور جواب صاف کاغذ پر لکھ کر واضح تصویر کھینچ کر اِس نمبر (0300-2229899) پر واٹس ایپ بھی کر سکتے ہیں۔

اب ہوا آسان......

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ماہ نامہ ذوق وشوق کی سالانہ ممبر شپ مع رجسٹری ڈاک خرچ =/2500 روپے ہے۔ اگر آپ اکٹھی رقم جمع کروانے سے قاصر ہیں تو ہم لائے ہیں آپ کے لیے ایک بڑھیا پیش کش۔ اب رسالہ حاصل کرنا ہوا آسان......

اگر آپ کی جیب اجازت نہیں دے رہی ہو تو اب آپ چھے ماہ کی ممبر شپ بھی حاصل کر سکتے ہیں، جو کہ =/1250 روپے ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ ایک اور پیش کش بھی......

آپ چھے ماہ کی ممبر شپ بھی حاصل نہیں کر سکتے تو صرف ہر ماہ کا شمارہ حاصل کر سکتے ہیں۔ فی شمارہ =/180 روپے کا اور =/40 روپے ڈاک خرچ کے۔ مجموعی رقم =/220 روپے جمع کروادیں۔ یہ طریقہ زیادہ آسان ہے۔

(کسی بھی قسم کے اضافی چارجز شامل نہیں ہیں۔)

طریقہ کار: ادارے کے نمبر (0300-2229899) پر یا نگران ترسیل صاحب کے نمبر (0309-2228120) پر جس نام سے رسالہ جاری کروانا ہے وہ بتادیں، مکمل ڈاک پتا اور رابطہ نمبر عنایت کر دیجیے، ہم آپ کو رسالہ بھیج دیں گے، ان شاء اللہ!

رسالہ لگوانے کے لیے آپ رقم تین ذرائع سے جمع کرواسکتے ہیں:

❶ دستی: دفتر میں آکر رقم جمع کروانے کے لیے ہمارا پتا ہے: ماہ نامہ ذوق وشوق، کراچی۔ ماتحت مدرسہ بیت العلم، ST-9E، نزد الحمد مسجد، گلشن اقبال، بلاک ۸، کراچی۔ (نوٹ: دستی رقم جمع کرواتے وقت سالانہ ممبر شپ فارم ضرور حاصل کریں۔)

❷ بینک اکاؤنٹ کے ذریعے: بینک اکاؤنٹ میں رقم جمع کروانے کے لیے ہمارا بینک اکاؤنٹ ہے: میزان بینک

اکاؤنٹ نمبر: 0179-0103431456 اکاؤنٹ ٹائٹل: Bait ul ilm Charitable Trust Zouq o Shouq

(نوٹ: بینک اکاؤنٹ میں رقم جمع کروانے کی رسید آپ ہمیں اس نمبر (0300-2229899) پر واٹس ایپ کر دیں۔)

❸ جاز کیش نمبر: 0319-1181693

(نوٹ: جاز کیش میں رقم جمع کروانے کی رسید آپ ہمیں اس نمبر (0300-2229899) پر واٹس ایپ کر دیں۔)

Registered NO. M. C. 1241 ذوق شوق